اسلامی نظریاتی کونسل کا طلاقِ ثلاثہ کو قابل جرم فعل
قرار دینا علمائے کرام کے لیے دعوت فکر

اسلامی نظریاتی کونسل
اور
طلاقِ ثلاثہ

پروفیسر ڈاکٹر نجم الدّین سراج

اسلامی نظریاتی کونسل کا طلاقِ ثلاثہ کو قابل جرم فعل
قرار دینا علمائے کرام کے لیے دعوت فکر

اسلامی نظریاتی کونسل
اور
طلاقِ ثلاثہ

پروفیسر ڈاکٹر نجم الدّین سراج

جدید ایڈیشن

اسلامی نظریاتی کونسل کا طلاق ثلاثہ کو قابل جرم فعل
قرار دینا علمائے کرام کے لیے دعوت فکر

اسلامی نظریاتی کونسل
اور
طلاقِ ثلاثہ

پروفیسر ڈاکٹر نجم الدین سراج

Dar-ul-Andlus

دار الاندلس | **Dar-ul-Andlus**

پبلیشر و ڈسٹری بیوٹر | Publisher & Distributor

اسلام کی نشر و اشاعت کا مرکز | Publication House of Islamic literature

ہیڈ آفس

+92-42-37140332 +92-322-4006412

dar_ul_andlus@yahoo.com

darulandlus_research@hotmail.com

مرکزی شو رومز

چوبرجی: 4-لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549

اردو بازار: ہادیہ حلیمہ سنٹر دوکان نمبر 44-43 اردو بازار لاہور +92-42-37242314

ٹیمپل روڈ: مرکز اقصیٰ A-94 ٹیمپل روڈ لاہور +92-42-37231504

مریدکے: بالمقابل مین گیٹ مرکز طیبہ مرید کے +92-42-37390646

اسلام آباد: جامع مسجد قباء I-8 مرکز اسلام آباد +92-51-4866832

کراچی: بالمقابل سفاری پارک گلشن اقبال کراچی +92-21-34835502

دارالاندلس کے سٹاکسٹ اور سیل پوائنٹ

گوجرانوالہ دارالکتب، بالمقابل گورنمنٹ سٹی کالج برائے خواتین اُردو بازار نمبر 1 گوجرانوالہ 0300-0407495,0322-4074195 ۔ مکتبہ نعمانیہ، اُردو بازار، گوجرانوالہ 055-4235072 ۔ سیالکوٹ الفرقان اسلامک سنٹر، بانو بازار، نزد چوک شہیداں، سیالکوٹ 052-4593662 ۔ گجرات دارالایمان، الٰہی مارکیٹ فوارہ چوک، گجرات 0364-4871234,0314-4402110 ۔ راولپنڈی مکتبہ عائشہ صدیقہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ، راولپنڈی 0321-9596981 051-5551014 ۔ تسجیلات طیبہ، دوکان نمبر 267/A کشمیری بازار، راولپنڈی 051-5535168,0321-5152015 ۔ البلاغ، اوپل چوک نزد بینک اسلامی مین شاہ ولی کالونی روڈ، واہ کینٹ، راولپنڈی 051-4541148,0343-8556689 ۔ اسلام آباد البلاغ، شالیمار سنٹر F-8 مرکز اسلام آباد 0300-5205060 051-2281420 ۔ البلاغ، عدن پلازہ G-10 مرکز اسلام آباد 051-2224146-7, 0300-5205060 ۔ لاہور البلاغ، 4-لوئر گراؤنڈ مارک پلازہ جیل روڈ، لاہور 0300-8880450, 042-35717842-3 ۔ البلاغ، 6-لوئر گراؤنڈ نیو لبرٹی ٹاور ماڈل ٹاؤن لنک روڈ، لاہور 0300-6112240 042-35942233 ۔ ملتان مکتبہ امام بخاری، نزد 9 نمبر ہائی ایس سٹینڈ خانیوال روڈ چوک کمہاراں، ملتان 0307-6434055,0311-6223632 مکتبہ دارالاندلس، نزد تھانہ بوہڑ گیٹ، ملتان 061-4541229,0300-6302622 ۔ پشاور اقصیٰ کیسٹ و کتب خانہ، اہل حدیث سٹریٹ، فوارہ چوک صدر، پشاور 0321-9307877 ۔ خانیوال حفیظ بک سنٹر، حفیظ مارکیٹ ابوبکر صدیق روڈ، خانیوال 065-2552035,0300-6892968 اوکاڑہ مکتبہ تفہیم السنۃ، غازی آباد روڈ، 13 شیر ربانی ٹاؤن، اوکاڑہ 0303-3931300 ۔ رحیم یارخان مکتبہ اُم القریٰ، ابوظبہی روڈ جناح پارک، رحیم یارخان 0333-4450817 ۔ فیصل آباد مکتبہ دارالاندلس، مرکز خیبر، نشاط آباد پل فیصل آباد 0321-7985685,0321-7612118 ۔

رابطہ برائے مارکیٹنگ: +92-322-4005335

 /darulandlus1 /Dar_ul_Andlus +92-322-4006412

اسلامی نظریاتی کونسل
اور
طلاقِ ثلاثہ

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر نجم الدین سراج

تہذیب وتسہیل

ابوعمر محمد اشتیاق اصغر   حافظ احمد معاذ اصغر

سرورق .... ظہیر الدین بابر

تزئین .... محمد شفیق

کمپوزنگ .... محمد بن جعفر

دارالاندلس | پبلیشرو ڈسٹری بیوٹر | اسلام کی نشر و اشاعت کا مرکز

Head +92-42-37140332
Office: +92-322-4006412

Email: dar_ul_andlus@yahoo.com | darulandlus_research@hotmail.com

فہرست

اعتراضات کے جوابات

مجلسِ واحد کی طلاقِ ثلاثہ کے متعلق فقہاء ومحدثین کے فتاویٰ

ان احادیث کی اصل حقیقت جن سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو طلاقِ مغلظہ مانا جاتا ہے

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، أَمَّا بَعْدُ!

اسلامی معاشرے کی تشکیل میں خوشگوار ازدواجی زندگی اور بہترین عائلی تعلقات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے اسلامی تعلیمات میں ایک مسلمان مرد اور عورت کو رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد باہمی طور پر الفت ومحبت اور اتحاد واتفاق کے ساتھ زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی ہے اور اگر کسی وجہ سے فریقین میں ناچاقی اور اختلاف ہو جائے اور دونوں کا ایک ساتھ زندگی گزارنا مشکل اور ناممکن ہو جائے اور صلح کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو ان حالات میں طلاق ایسے ناپسندیدہ فعل کی اجازت دی گئی ہے اور اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔

طلاق دینے کا طریقہ شریعت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود اس مسئلے میں علماء کے درمیان شدید فقہی اختلاف پایا جاتا ہے۔ خاص طور پر ایک مجلس میں تین طلاقوں کا مسئلہ مسلمان معاشرے میں تشویش اور اضطراب کا باعث بنا ہوا ہے، کیونکہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے کے خلاف ہے۔ اسی طرح ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دے کر خاوند اور بیوی کے درمیان علیحدگی کروا دینا اور پھر ان کو دوبارہ نکاح کے لیے مروجہ حلالے کی ترغیب دینا اس (بیک وقت تین طلاقیں دینے) سے بھی زیادہ قبیح عمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناپسندیدہ فعل کو ملعون قرار دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَہٗ» [ابن ماجہ : ۱۹۳۶۔ أبو داؤد : ۲۰۷۶]

"اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت کی ہے۔"

کتاب وسنت کے دلائل کے مطابق مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی شمار ہوتی ہیں اور خاوند کو دورانِ عدت رجوع کرنے اور عدت گزرنے کے بعد نکاحِ جدید کے ساتھ اپنی مطلقہ بیوی کو اپنے گھر بسانے کا حق حاصل ہے۔

اس انتہائی اہم موضوع اور معاشرتی مسئلے میں پائے جانے والے اختلاف کے حل کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل نے ایک طویل مباحثے اور تحقیق کے بعد ایک مجلس میں دی جانے والی تین طلاقوں کو قابل سزا جرم قرار دیا ہے، تمام مسالک کے علمائے کرام میں جو اس اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر ہیں، ان میں اس مسئلے پر اتفاق رائے پایا گیا ہے اور مزید برآں اس مؤقر کونسل نے اتفاق رائے کے بعد حکومتِ پاکستان کو سفارش پیش کی ہے کہ اس طرح دی گئی طلاق ثلاثہ کو قابلِ سزا جرم قرار دیا جائے۔

زیرِ نظر کتابچہ "اسلامی نظریاتی کونسل اور طلاقِ ثلاثہ" محترم ڈاکٹر نجم الدین سراج سابق چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف عربیک اینڈ اسلامک اسٹڈیز اینڈ ریسرچ گومل یونی ورسٹی ڈی آئی خان اور ڈائریکٹر مرکز فکر اسلامی اسلام آباد نے ترتیب دیا ہے۔ فاضل مصنف ایک معروف علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اہل علم اور محققین کے ہاں ان کی دینی، علمی اور تحقیقی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ فاضل موصوف کی تصنیف ہذا اس سے قبل شائع ہو کر قارئین سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہے اور اب اس کا نیا ایڈیشن مفید اضافوں، نئے عناوین اور سابقہ ایڈیشن کے مندرجات پر کیے جانے والے اعتراضات کے شافی جوابات کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس قابل قدر سعی کو شرف قبولیت بخشے اور ان کی اس انتہائی مفید اور حقائق پر مبنی تحریر کو اعمال کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

محتاجِ دعا

جاوید الحسن صدیقی

مدیر دارالاندلس

۲۰ شعبان ۱۴۳۹ھ

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر صاحب زادہ نجم الدین سراج ڈیرہ اسماعیل خان کے معروف مذہبی و دینی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں، جو گومل یونی ورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان میں شعبہ اسلامیات و عربی کے چیئرمین بھی رہے ہیں اور اپنے شعبہ میں کمال مہارت کے حامل ہیں۔ ایک ہی مجلس میں تین طلاقوں پر ان کا تحقیقی مقالہ پڑھا، جس میں انھوں نے نہ صرف قرآن وحدیث بلکہ اصحابِ رسول اور فقہاء کے مستند اقوال کی روشنی میں ایک ہی مجلس میں تین طلاقوں کے عمل اور معاشرے میں رائج "حلالہ" جیسے قبیح فعل کو غلط ثابت کیا ہے، جس کے اثرات و نتائج یقیناً مؤثر ہوں گے اور دینی وعلمی حلقوں کے قلوب و اذہان میں ضرور بالضرور یہ احساس اجاگر ہوگا کہ بیک وقت تین طلاقوں کا اطلاق اور "حلالہ" کا مروّجہ طریقہ اسلامی تعلیمات اور اخلاقیات کے منافی ہے، جسے ترک کر کے تعلیماتِ اسلامی کو اختیار کرنا ہی دین و ایمان کا تقاضا اور مومنانہ فراست ہے، اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح ونجات ہے، بصورت دیگر خسارے کا سودا ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات بھی پیش ہو چکی ہیں، جس میں ہر مکتب فکر کے جید علمائے کرام شامل ہیں، لہٰذا تین طلاقوں اور حلالہ کے مروّجہ طریقوں کا خاتمہ اور قرآن وسنت، طریقۂ اصحابِ رسول اور اسلاف کے اقوال پر مکمل عمل کی اشد ضرورت ہے۔

ابو المعظم ترابی

ایڈیٹر و کالم نگار روزنامہ صدائے حق

ڈیرہ اسماعیل خان

تقدیم

دینِ اسلام قرآن وسنت پر عمل کا نام ہے، تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت سے روگردانی کی تو مصائب و آلام اور ضلالت و رسوائی اس کا مقدر ٹھہری، چنانچہ نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ» [الموطأ :١٥٩٤]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، تم جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے: اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔''

آج امت مسلمہ جو مصائب و آلام اور انتشار کا شکار ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ امت مسلمہ نے نبوی تعلیمات سے روگردانی کر رکھی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ بھی سنت رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے نابغۂ روزگار پیدا فرمائے جو بھولی بھٹکی امت کو دینِ الٰہی کی طرف بلانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے اور ﴿لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ کی عملی تفسیر ہوتے ہیں۔

انھی نابغۂ روزگار میں سے ایک فضیلۃ الشیخ محترم ڈاکٹر پروفیسر نجم الدین سراج صاحب ہیں جو ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک معروف علمی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں اور علم وفضل میں ایک مقام رکھتے ہیں۔

قرآن وسنت کے دلائل پر عمیق نظر رکھتے ہوئے فقہی استنباط و استدلال پر کافی گرفت

رکھتے ہیں۔ موصوف تصنیف و تالیف کا بھی شغف رکھتے ہیں، حال ہی میں انھوں نے اپنا مقالہ ''اسلامی نظریاتی کونسل کا طلاق ثلاثہ کو قابل جرم فعل قرار دینا علمائے کرام کے لیے دعوتِ فکر'' تحریر کیا ہے، جس میں انھوں نے صحیح ومستند دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کا موقف سنت نبوی اور جمہور سلف کے خلاف ہے۔ اُمید ہے کہ موصوف کی یہ کاوش اجڑے ہوئے گھرانوں کو آباد اور مروجہ حلالے جیسے قبیح فعل کی حوصلہ شکنی کرے گی۔

عتیق الرحمٰن چوہان

پیش لفظ

آج ہمارے معاشرے کا جو حال ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ مسلمانوں کے موجودہ معاشرتی حالات تقاضا کرتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کا تحقیقی انداز میں جائزہ لیا جائے اور اجتہاد سے کام لے کر اس کا حل نکالا جائے۔ آیتِ طلاق پر غور کرنے سے کہیں بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یک بار دی ہوئی تین طلاقیں تین شمار ہوں گی، بلکہ اس کے برعکس اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی نہیں دینی چاہییں اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ حدود اللہ کو توڑ کر حرام کا ارتکاب کرتا ہے۔ جب تین طلاق کا اکٹھا دینا ہی نص قرآنی کے خلاف ہے تو اس کا اعتبار کرنے کے بجائے اسے قرآنی حکم کی طرف لوٹایا جائے، جیسا کہ سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے فرمان مبارک سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''بنو مطلب کے بھائی رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، پھر ان کو بیوی کی جدائی کا بڑا غم ہوا تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''تم نے کیسے طلاق دی ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''میں نے اس کو تین طلاقیں دی ہیں۔'' آپ ﷺ نے پوچھا: ''ایک مجلس میں؟'' رکانہ نے کہا: ''جی ہاں (ایک ہی مجلس میں)۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو یہ ایک ہی ہوئی، تم اگر چاہو تو اسے لوٹا لو۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رکانہ نے اس کو لوٹا لیا (یعنی اس سے رجوع کرلیا)۔'' [مسند أحمد : ١/ ٢٦٥، ح : ٢٣٩٨]

نبی ﷺ کے واضح فرمان کے مطابق تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی۔

آج مسلمان دین سے بے خبری اور اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی بیویوں پر ظلم، بے رحمی اور حق تلفی کرتے ہیں۔ مظلوم عورتوں کی یہ حالت دیکھ کر غیر مسلم ہمارا تمسخر اڑاتے ہیں۔ طلاق سے گھر اجڑ جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

« أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ » [أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب كراهية الطلاق : ٢١٧٨]

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔''

اس طرح بشرطِ تحلیل کیا ہوا نکاح سرے سے جمہور کے نزدیک نکاح ہی نہیں تو بشرطِ تحلیل کیے ہوئے نکاح کو درست کہنا بھی جمہور کی مخالفت ہے۔

جس طریقہ کو حضور ﷺ نے ملعون فرمایا ہو، مروجہ حلالہ کرنے اور کروانے والے پر لعنت فرمائی ہو اس پر ہمارے مفتیانِ کرام کس طرح جواز کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔

مقالہ ہذا میں جناب علامہ ڈاکٹر نجم الدین سراج نے پوری تفصیل کے ساتھ کتاب و سنت، ائمہ کرام اور مفتیانِ عظام کے فتاویٰ کی روشنی میں اس مسئلہ پر پوری وضاحت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر اور اجر عظیم سے نوازے۔ آمین!

مولانا انجینئر محمد علی سراج

نائب خطیب مرکز فکر اسلامی اسلام آباد

پُرفتن دور

اس پُرفتن دور میں قدم قدم پر فحاشی، عیاشی، عریانی، جہالت اور بے دینی کا دور دورہ ہے اور حال یہ ہے کہ ہر طرف معاشی بدحالی، افراط زر، ناانصافی اور بے روزگاری کی وجہ سے معاشرے میں گھٹن ہے۔ ذرا سی بات پر قتل و غارت اور مار دھاڑ کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ اس کربناک کیفیت میں لوگ دنیوی و روحانی طور پر بے چین و مضطرب ہیں، اذہان فکری انتشار سے گھرے ہوئے ہیں، بے یقینی و عدم برداشت کی سی کیفیت ہے اور طرح طرح کی ذہنی و جسمانی بیماریوں نے انسان کو بے بس کر دیا ہے۔ ان تمام مصائب اور مشکلات کی اصل وجہ صرف اور صرف اسلام اور اسلامی تعلیمات سے روگردانی اور کتاب و سنت سے منہ موڑنا اور ان کی نافرمانی ہے۔ ایسی اندوہناک صورت حال سے نکلنے کے لیے ہمیں کتاب وسنت اور اسلاف کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا اور انھیں مضبوطی کے ساتھ تھامنا ہوگا جو افراد کو اخلاق حمیدہ کا خوگر بنائے، یادِ الٰہی سے انسانوں کے دل و دماغ کو منور کرے، انسان کی شخصی زندگی کو سنوارے، حرص و ہوس، حسد، ریاکاری اور خواہشاتِ نفس کی غلامی سے نکالے اور رجوع الی اللہ کی طرف مائل کرے۔

کاش! علمائے کرام اور فقہائے عظام نے اپنی اس عظیم ذمہ داری کو محسوس کیا ہوتا تو آج اس قدر معاشرے میں بگاڑ، تنگ نظری، فرقہ واریت اور خلفشار نہ ہوتا۔

دنیا میں اختلاف رائے اور مسلکی آراء و نظریات میں شروع ہی سے تنوع رہا ہے اور رہے گا۔ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے اختلاف رائے کی اجازت دی ہے۔ اسلام نے

اس اہم انسانی حقیقت کو روز اوّل ہی سے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس کے فروغ کے لیے ایک وسیع فکری اور علمی میدان بھی فراہم کیا ہے، جسے اجتہاد کہتے ہیں، جس سے اسلام کے امتیازی اوصاف کو تحفظ اور مشکل سے مشکل مسائل کے حل کا ایک وسیع میدان میسر آتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے آزادیٔ فکر اور اختلاف کا دائرہ اسلامی تاریخ میں روز اوّل سے رہا ہے جس کی وجہ سے اسلام کے مذہبی اور فکری سرمائے میں وسعت پیدا ہوئی ہے۔

اسلام ایک ابدی دین ہے جس کا نصب العین پوری انسانیت کی اصلاح اور فلاح ہے۔ جو تمام پیش آمدہ اور ممکن الوقوع مسائل کو محیط ہے۔ اس کے احکام میں لچک اور عمومیت ہے، یعنی اسلامی شریعت کسی معین عرصے کے لیے وجود میں نہیں آئی کہ اس کے بعد اس کا کام ختم ہو جائے، بلکہ شریعت اسلامی ابدی اور دائمی ہے، اس لیے اس میں کبھی جمود نہیں رہا اور ہمیشہ تحقیق و تنقیح کا دروازہ کھلا رہا ہے۔ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، وہ ان کا بے حد احترام کرتے تھے مگر مقلد جامد نہ تھے، جہاں امام صاحب کی رائے صحیح معلوم نہ ہوتی بے دھڑک اختلاف کرتے۔ فقہ کی کوئی بھی کتاب اٹھا لیجیے ان کا مدلل اختلاف تقریباً ہر صفحے پر نظر آتا ہے۔ یہی طریقۂ کار امام صاحب کے دوسرے شاگرد امام محمد رحمہ اللہ کا ہے کہ استاذ کی عظمت وعقیدت کے باوجود مسائل میں اختلاف رائے رکھتے تھے۔ اگر قرون اولیٰ کے مسلمان جمود پسند ہوتے اور کتاب وسنت سے مسائل اخذ کرنے کی ہمت و جرأت نہ کرتے اور ان کا دار و مدار محض اقوال پر ہوتا تو آج جو عظیم علمی و ادبی انقلاب نظر آرہا ہے کبھی نہ ہوتا۔

صحابہ اور ائمہ کے اجتہاد سے وقت کے مصالحہ کے مطابق فائدہ اٹھانا

اس عالم کون ومکاں میں دین و دنیا کو ایک ساتھ لے کر چلنا ہوگا، وقت کے ضروری مسائل کو اجتہاد سے سمجھنے اور حل کرنے کی کوشش کرنا ہوگی، صحابہ اور ائمہ کرام کے اجتہاد سے وقت کے مصالح کے مطابق فائدہ اٹھانا ہوگا اور فقہی فروغ میں جمود اور فرقہ پرستی کی حوصلہ افزائی

کے بجائے اپنی نظر کتاب وسنت پر مرکوز کرنا ہوگی، تب جا کر ہم شریعت کی اصل روح کو پانے میں کامیاب ہوں گے۔ اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کے فرمودات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

کتاب وسنت ہمارے لیے مشعل راہ

غزوۂ خندق کے فوراً بعد نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کو فوری طور پر بنوقریظہ کی طرف روانہ ہونے اور ان کے محاصرے کا حکم دیا، تاکہ انھیں ان کی غداری کی فوری سزا دی جا سکے۔
اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

« لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ »

''کوئی بھی عصر کی نماز ادا نہ کرے مگر بنوقریظہ (کے محلے) میں۔''

لہٰذا اسلامی لشکر بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوگیا، جب سورج غروب ہونے کا وقت قریب آیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے بنوقریظہ کے علاقے میں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا چاہے نماز قضا ہو جائے مگر ہم راستے میں نماز نہیں پڑھیں گے۔
بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اس سے آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ بنوقریظہ میں جلد پہنچا جائے، اس لیے ہمیں نماز قضا نہیں کرنی چاہیے، لہٰذا انھوں نے راستے ہی میں نماز ادا کر لی اور بنوقریظہ کے علاقے میں پہنچنے کا انتظار نہ کیا۔ بظاہر ان حضرات نے نبی کریم ﷺ کے ایک صریح حکم کی خلاف ورزی کی تھی اور اپنی ذاتی رائے سے ایک ایسی چیز طے کر لی تھی جو بظاہر حضور اکرم ﷺ کی واضح ہدایات سے متعارض تھی۔ اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دوسری جماعت وہ تھی جس نے ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے (یعنی نبی اکرم ﷺ کی واضح اور دوٹوک ہدایات آجانے کے بعد اب ہمارے لیے اپنی ذاتی رائے پر عمل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، لہٰذا ہم نماز عصر بنوقریظہ کی بستی ہی میں جا کر ادا کریں گے، چاہے وہاں پہنچنے میں ہمیں رات ہو جائے) رات گئے عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ بنوقریظہ کے علاقے میں جا کر ادا کیں۔ ان حضرات نے ہدایاتِ نبوی ﷺ کے ظاہر پر عمل کیا

اور عصر کی نماز قضا کر دی۔
اگلے روز دونوں جماعتوں نے اپنا اپنا نقطۂ نظر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو نبی اکرم ﷺ نے دونوں کے نقطۂ نظر کی تصویب فرمائی، یعنی دونوں کے نقطۂ نظر کو حق بجانب قرار دیا۔ [1]

شریعت میں دیانت دارانہ اختلاف رائے کی گنجائش

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حکم شرعی کی تفسیر وتشریح یا کسی حکم کو سمجھنے میں یا اس کی تعبیر میں دیانت دارانہ اختلاف رائے کی پوری پوری گنجائش موجود ہے۔ ایسے اختلافات ہر دور میں ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ انھیں اختلافی مسائل میں سے ایک اہم اختلافی مسئلہ مجلس واحد میں یکے بعد دیگر تین طلاقوں کو ایک تسلیم کرنے کا ہے۔ حال ہی میں (مؤرخہ ۲۰ جنوری ۲۰۱۵ء کو) اسلامی نظریاتی کونسل بھی اکٹھی تین طلاقوں کو قابل جرم فعل قرار دے چکی ہے۔ اگر علمائے کرام نیک نیتی سے اس مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے متوازن اور صحیح حل تک نہ پہنچ سکیں اور '' اَلدِّيْنُ يُسْرٌ '' کے تحت امت پر رحمت کا دروازہ کھول دیں۔ علاوہ ازیں ایسے مسائل سے بھی بچا جا سکتا ہے جو اس مسئلے کی وجہ سے ارتداد اور بے دینی کا باعث بنے ہوئے ہیں، جن کی نشان دہی اس مقالہ میں کی گئی ہے۔ قبل اس کے کہ اس مسئلے پر بحث کی جائے لفظ ''طلاق'' اور اس کی ضرورت کو سمجھنا ضروری ہے۔

طلاق کی شرعی تعریف

فقہاء نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

'' رفع قيد النكاح في الحال أو المآل بلفظ مخصوص. '' [2]

''حال یا مستقبل میں کسی مخصوص لفظ کے ساتھ نکاح کی گرہ کھولنا۔''

طلاق کی مشروعیت پر قرآن مجید میں واضح حکم موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ (۳)

”طلاق دو بار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔“

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ (۴)

”اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت میں طلاق دیا کرو۔“

جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو قرون اولیٰ سے لے کر موجودہ زمانے تک طلاق کے جواز پر اجماع چلا آ رہا ہے اور کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ (۵) شریعت اسلامی میں طلاق دینے کو انتہائی مبغوض اور مکروہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے طلاق کو ”أَبْغَضُ الْحَلَالِ“ یعنی حلال کاموں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔ (۶) سورۃ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اگر میاں بیوی میں ناچاقی پیدا ہو جائے تو باہمی صلح و مصالحت کا طریقہ اختیار کرو، بایں طور کہ شوہر کے گھرانے سے ایک ذمہ دار شخص اور عورت کے گھرانے سے ایک ذمہ دار شخص صلح و مصالحت کی کوشش کریں۔“ (۷) اگر صلح و مصالحت سے کام نہ چلے اور میاں بیوی میں اتفاق کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو شریعت نے بامر مجبوری طلاق جیسے مبغوض عمل کی اجازت دی ہے کہ مزید خلفشار کو روکنے کے لیے ان میں جدائی کروا دی جائے۔

انتہائی ناگزیر حالات میں طلاق کی اجازت

اسلام نے انتہائی ناگزیر حالات میں طلاق کی اجازت دی ہے۔ حدیث شریف کے

مطابق میاں بیوی میں جدائی اور تفریق ایسا جرم ہے جو شیطان کو باقی تمام جرائم سے بڑھ کر پسندیدہ ہے۔ جب شیطان اپنے سردار ابلیس کو رپورٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی ہے اور ان دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق کو توڑ دیا ہے تو ابلیس اسے اپنے قریب کرتے ہوئے گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے عظیم کام کیا ہے۔ (۸)

عورت کے ساتھ حسن سلوک اور محبت ومودت کا حکم

اسلام نے مرد کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ نکاح کے بعد عورت کے ساتھ حسن سلوک اور محبت ومودت سے پیش آئے، یہاں تک کہ اگر مرد کو بیوی کی بعض باتیں اور عادات ناپسند ہوں تب بھی اس کے ساتھ حسن سلوک اور نباہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ (۹)

”اور تم ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو، پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائی ڈال دے۔“

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی اس امر کی شدت سے تاکید فرمائی ہے۔ صحیح مسلم میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا » (۱۰)

”تم عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو، کیوں کہ عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی اور پسلیوں میں سب سے زیادہ ٹیڑھ پن اس کے اوپر

والے حصے میں ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ بیٹھو گے (سیدھا نہیں کر پاؤ گے) اور اگر تم اسے چھوڑ دو گے تو وہ حصہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔ (یعنی ہر عورت میں فطری کجی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی) اس لیے اس کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ نباہ کرتے رہو (یعنی مرد تحمل اور صبر و ضبط کا مظاہرہ کرے)۔''

مرد کے مقابلے میں عورت جسمانی لحاظ سے بھی بہت کمزور ہے، اس کی خوبیوں اور اچھائیوں پر نظر رکھو اور کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے رہو۔ پاک صاف اور نشاط انگیز زندگی گزارنے کے لیے تفکر و تدبر اور آسانی کی ضرورت ہے، تاکہ زندگی کی گاڑی میں توقف یا تعطل پیدا نہ ہو اور کسی حرج اور دشواری کے بغیر رواں دواں رہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ» [11]

''کوئی مومن مرد کسی مومن عورت (یعنی اپنی بیوی) سے بغض نہ رکھے، اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو اس کی کوئی دوسری عادت پسند بھی ہوگی۔''

یعنی مرد کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اس کی بیوی کے عیب کے مقابلے میں اس میں کئی فضائل و محاسن بھی ہو سکتے ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ نرمی، ہمدردی اور خیر خواہی کرو، تاکہ گھریلو زندگی میں الفت، ربطِ باہم، تعاون اور محبت و مودت رہے اور معاشرے میں خاندانی اور معاشرتی بگاڑ پیدا نہ ہو۔

طلاق کی اقسام

طلاق کی تین اقسام ہیں: ① احسن ② حسن ③ بدعی

① طلاقِ احسن

احسن طلاق سے مراد یہ ہے کہ شوہر ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے بیوی

سے قربت نہ کی ہو، یعنی وہ بیوی کے حیض سے پاک ہونے کے بعد اس سے صحبت نہ کرے اور حالت طہر ہی میں اسے ایک طلاق دے دے۔

طلاق کی عدت تین حیض یا تین مہینے ہے اور طلاق دینے کے بعد عدت ختم ہونے تک اس کو چھوڑے رکھے۔ طلاق کی یہ احسن صورت ہے۔ اس طلاق احسن میں تمام مکاتب فکر کے علماء کا اتفاق ہے۔ عدت کے اندر رجوع کرنا اور عدت گزر جانے کے بعد بذریعہ نکاح جدید دوبارہ تعلق بحال کرنا جائز ہے۔ اگر صلح کی کوئی صورت نہیں بنتی اور عدت گزر جاتی ہے تو اب یہ عورت اپنے والدین کے گھر چلی جائے، کیونکہ عدت گزر جانے کے بعد اب اس کے خاوند سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ یہ طلاق کا احسن اور شرعی طریقہ ہے۔

② طلاقِ حسن

اس سے مراد یہ ہے کہ مرد تین طہروں میں وقفے وقفے سے طلاق دے، یعنی پہلے طہر میں ایک طلاق دے، دوسرے طہر میں دوسری جبکہ تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔

③ طلاقِ بدعی

طلاق کی تیسری قسم طلاق بدعی ہے کہ مرد ایک ہی بار تین طلاقیں دے، یعنی اکٹھی تین طلاقیں دے دے۔ یہ سنت کے خلاف ہے اور قبیح عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں، رسول کریم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ غصے کی حالت میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''میری موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے!؟'' یہ سن کر ایک آدمی نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟'' [12]

ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاقِ رجعی ہے

اس بارے میں امام ابن قیم رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ ان سے دو روایتیں منقول ہیں، ایک یہ کہ تین طلاقیں تین واقع ہوتی ہیں۔ دوسری روایت یہ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی ہوتی ہے، جیسا کہ محمد بن مقاتل رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ [13] علامہ عینی رحمہ اللہ جو کہ حنفی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں، اپنی تصنیف عمدۃ القاری میں تحریر فرماتے ہیں: ''طاؤس، ابن اسحاق، حجاج بن ارطاۃ، ابراہیم نخعی اور ابن مقاتل حنفی رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دے دے تو ایک ہی واقع ہوگی۔'' [14]

امام شوکانی رحمہ اللہ کا فتویٰ

امام شوکانی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف ''نیل الاوطار'' میں فرماتے ہیں:

''اہل علم کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ طلاق، طلاق کے پیچھے واقع نہیں ہوتی بلکہ صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔'' [15]

امام طحاوی رحمہ اللہ کا فتویٰ

امام طحاوی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف ''معانی الآثار'' میں فرماتے ہیں:

" فذهب قوم إلى أن الرجل إذا طلق امرأته ثلاثا معا فقد وقعت عليها واحدة ." [16]

''ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہوگی۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتویٰ

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص طہر میں ایک کلمہ یا تین کلمات کے ساتھ طلاق دے دے تو جمہور

علماء کے نزدیک یہ فعل حرام ہے، لیکن ان کے واقع ہونے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تین واقع ہوں گی اور ایک قول یہ ہے کہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہی وہ قول ہے جس پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں۔'' [17]

امام رازی رحمہ اللہ کا فتویٰ

امام رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

" وهو اختيار كثير من علماء الدين أنه لو طلقها اثنين أو ثلاثا لا يقع إلا الواحدة ." [18]

''بہت سے علمائے دین کا پسندیدہ مسلک یہی ہے کہ جو شخص بیک وقت دو یا تین طلاقیں دے دے تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔''

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ [19]

''طلاق (رجعی) دو بار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔''

اس آیت میں دو طلاقوں سے مراد رجعی طلاقیں ہیں جو وقفے وقفے سے دی جاتی ہیں، یک بارگی نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں تیسری طلاق کا ذکر ظاہر کرتا ہے جو یہ ہے:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ [20]

''پھر اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دے دے تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح کر لے۔''

یہاں تیسری طلاق کا ذکر ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ تین طلاقیں تین طہروں میں وقفے وقفے سے تین بار الگ الگ دی جائیں، اس آیت میں ایک بار تین طلاقیں دینا داخل

نہیں ہوسکتا۔ ورنہ آیات میں تضاد لازم آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے طلاق بدعی کہا گیا ہے۔ وہ طلاق جس میں خاوند کو عدت کے اندر رجوع کا حق ہے وہ دو مرتبہ ہے، ﴿مَرَّتٰنِ﴾ سے واضح ہوگیا کہ دو طلاقیں الگ الگ دو بار دی جائیں گی۔ چنانچہ دو طلاقیں دینے کے بعد تیسری مرتبہ اگر وہ طلاق دے دے تو وہ اس کے لیے حلال نہیں، یہاں تک کہ وہ کسی اور سے نکاح کرے۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ تینوں طلاقیں قرآن کی رو سے الگ الگ دی جائیں گی۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیا ہے، مسند احمد میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيْدَ أَخُوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ، فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيْدًا، قَالَ فَسَأَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا؟ قَالَ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا، قَالَ فَقَالَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَأَرْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ، قَالَ فَرَجَعَهَا، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَى أَنَّمَا الطَّلَاقُ عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ » [21]

"بنو مطلب کے بھائی رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، پھر اسے اس پر سخت پریشانی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: "تو نے کیسے طلاق دی ہے؟" کہا: "تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔" فرمایا: "کیا ایک ہی مجلس میں؟" کہا: "جی ہاں!" آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ تو ایک ہی طلاق ہوئی، اگر تو چاہے تو اس سے رجوع کر لے۔" تو رکانہ نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے میں طلاق ہر طہر میں دینی چاہیے۔"

اس صحیح حدیث میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی رجعی طلاق قرار دیا ہے۔

عہد نبوی ﷺ اور عہد ابوبکر رضی اللہ عنہ میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَبِيْ بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ أَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ » [22]

"رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے (ابتدائی) دو سالوں تک (اکٹھی) تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: "لوگوں نے ایسے کام میں جلد بازی شروع کر دی ہے جس میں ان کے لیے تحمل اور سوچ بچار (ضروری) تھا۔ اگر ہم اس (عجلت) کو ان پر نافذ کر دیں (تو شاید وہ تحمل سے کام لینا شروع کر دیں)، اس کے بعد انھوں نے اسے ان پر نافذ کر دیا (یعنی وہ اکٹھی تین طلاقوں کو تین شمار کرنے لگے)۔"

اس حدیث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ۱۵ ہجری تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہ تھا اور ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا جاتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ " فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ " اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ لوگوں نے اس کام میں جلدی کرنا شروع کر دی جس میں انھیں مہلت دی گئی تھی۔

تین طلاقیں اکٹھی دینے کا طریقہ چونکہ کتاب و سنت کے خلاف تھا اس لیے اس پر لوگوں کو خوف دلانے اور اس بری عادت سے روکنے کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا۔ یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تدبیری اور سیاسی فیصلہ تھا، جو کہ تعزیر و تادیب کے لیے تھا، تاکہ

لوگ غیر شرعی طریقے سے رک جائیں، جیسا کہ فقہ عمر ؓ میں یہ حدیث ''تطلیقات ثلاثہ کا ایک طلاق شمار ہونا'' کے عنوان سے بروایت امام شافعی ؒ درج ہے۔ ابو صہباء نے سیدنا عبد اللہ بن عباس ؓ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ اور عہد صدیقی اور زمانۂ فاروقی کے ابتدائی تین سال تک تین طلاقوں کا شمار ایک ہی طلاق ہوتا تھا؟ ابن عباس ؓ نے فرمایا: ہاں، ایک ہی شمار ہوتا تھا۔

بروایت مسلم

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ عہد رسالت، عہد ابو بکر ؓ اور عہد عمر ؓ کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ اس کے بعد سیدنا عمر ؓ نے فرمان جاری کر دیا کہ لوگوں کو جس کام میں رخصت وسہولت تھی انھوں نے اپنی عجلت میں آکر اس سہولت کا دروازہ خود پر بند کر دیا ہے۔[۲۳]

ایک جملے میں تین طلاقیں ایک طلاق ہے۔ (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ) شاہ ولی اللہ ؒ فرماتے ہیں:

''اس روایت میں بے حد اشکال ہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار فرمایا، حتیٰ کہ آں حضرت ﷺ وفات پا گئے اور وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا تو اب یہ نسخ کیسا؟ لیکن میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ ''طلاق (رجعی) دو تک ہے۔'' اگر مرد ایک ہی جملے میں یہ کہے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں تو یہ ایک طلاق ہے، کیونکہ مرد نے ایک ہی مرتبہ کہا ہے۔''[۲۴]

صحیح مسلم کی احادیث مع متن ملاحظہ فرمائیں، ابو صہباء نے ابن عباس ؓ سے پوچھا:

« أَتَعْلَمُ أَنَّمَا كَانَتِ الثَّلَاثُ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَثَلَاثًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ » [۲۵]

''کیا آپ جانتے ہیں کہ نبی ﷺ اور ابو بکر ؓ کے عہد میں اور عمر ؓ کی خلافت کے (ابتدائی) تین سالوں تک تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا؟'' تو ابن عباس ؓ نے جواب دیا: ''ہاں!''

ابو صہباء اور ابن عباس ؓ کا مسلک

ایک اور روایت میں ہے، ابو صہباء نے ابن عباس ؓ سے پوچھا:

« هَاتِ مِنْ هَنَاتِكَ أَلَمْ يَكُنِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَاحِدَةً، فَقَالَ قَدْ كَانَ ذٰلِكَ فَلَمَّا كَانَ فِي عَهْدِ عُمَرَ تَتَايَعَ النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ فَأَجَازَهُ عَلَيْهِمْ » [۲۶]

''آپ اپنے نوادر (جس سے اکثر لوگ بے خبر ہیں) فتووں میں سے کوئی چیز عنایت کریں، کیا رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر ؓ کے عہد میں تین طلاقیں ایک نہیں تھیں؟'' انھوں نے جواب دیا: ''یقیناً ایسے ہی تھا، اس کے بعد جب عمر ؓ کا زمانہ آیا تو لوگوں نے پے در پے (غلط طریقے سے ایک ساتھ تین) طلاقیں دینا شروع کر دیں تو انھوں نے اس بات کو ان پر لاگو کر دیا۔''

علماء نے کہا ہے کہ ان احادیث کی رو سے یہی مذہب قوی اور صحیح ہے اور امام ابن قیم ؒ اور دیگر محدثین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ حجاج بن ارطاۃ اور محمد بن اسحاق رحمہما اللہ کا فرمان ہے کہ ان احادیث کی رو سے یہی مذہب قوی اور صحیح ہے اور طاؤس اور اہل ظاہر کا بھی یہی مذہب ہے۔

طلاقِ ثلاثہ پر مرفوع حدیث کا حکم

جب رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت مرفوع حدیث موجود ہو اور اس کے مقابلے میں آثارِ صحابہ میں اختلاف پایا جائے تو اس وقت صحیح مرفوع حدیث پر عمل کیا جائے گا، اسے مقدم رکھا جائے گا۔ کیونکہ مرفوع حدیث کا تعلق اس مقدس ہستی سے ہے جو معصوم ہے، جس

پر ہر وقت وحی الٰہی کا پہرہ موجود رہتا ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ کوئی شخص بھی خطا ونسیان سے پاک نہیں ہے۔ تو جب یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے شروع میں جب کوئی آدمی اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا تھا تو انھیں ایک شمار کیا جاتا تھا، تو اس مرفوع حدیث پر عمل ہونا چاہیے اور اس کے مقابلے میں موقوف کو نظر انداز کرنا چاہیے، کیونکہ قرآن مجید میں ہمیں آپ ﷺ کے اتباع اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے، فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ [27]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

« فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي » [28]

"تمھارے اوپر لازم ہے کہ میری سنت پر عمل کرو۔"

صحیح احادیث کو چھوڑ کر ائمہ کے اقوال پر عمل کرنے والوں کے لیے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی سخت تنبیہ، وہ اپنی مشہور تصنیف "تفہیماتِ الٰہیہ" میں فرماتے ہیں:

" و أشهد الله و بالله أنه كفر بالله أن يعتقد في رجل من الأمة ممن يخطئ و يصيب أن الله كتب عليه إتباعه حتما و أن الواجب عليه هو الذي يوجبه هذا الرجل عليه ولكن الشريعة الحقه قد ثبت قبل هذا الرجل بزمان قد وعاها العلماء وأداها الرواة و حكم بها الفقهاء و إنما اتفق الناس على تقليد العلماء على معنى أنهم رواة الشريعة عن النبي صلى الله عليه وسلم و أنهم علموا ما لم نعلم أنهم اشتغلوا بالعلم ما لم نشتغل فلذلك قلدوا العلماء فلو أن حديثا صحيحًا و شهد بصحته المحدثون

و عمل به طوائف فظهر فيه الأمر لم يعمل به لأن متبوعه لم يقل به فهذا هو الضلال البعيد ." [29]

"میں اللہ کے لیے اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ امت میں کسی ایسے آدمی کے متعلق جو غلطی بھی کرتا ہو اور صحیح بھی کہتا ہو یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی اطاعت ضروری ہے اور جسے وہ واجب کہے اسے واجب سمجھنا ضروری ہے، یہ قطعاً کفر ہے۔ شریعت اس شخص سے مدتوں پہلے سے موجود ہے۔ علماء نے اسے حفظ اور ضبط کیا، رواۃ نے اسے بیان کیا اور فقہاء نے اس کے مطابق فیصلے صادر فرمائے۔ لوگوں نے علماء کی تقلید کو صرف اس لیے متفقہ طور پر قبول کیا کہ وہ درحقیقت شریعت کے، یعنی آں حضرت ﷺ کے راوی ہیں اور علم ان کا مشغلہ ہے اور وہ ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ لیکن اگر حدیث صحیح ہو، محدثین اس کی صحت کے شاہد ہوں، عامۃ المسلمین نے اس پر عمل کیا ہو اور معاملہ واضح ہو چکا ہو پھر اس پر اس لیے عمل نہ کیا جائے کہ امام متبوع نے اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیا تو یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔"

شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ارشاد واضح ہے کہ صحیح حدیث کا علم جب صحیح ذرائع سے پہنچ جائے تو علماء کے اقوال کو چھوڑ کر اس صحیح حدیث پر عمل کیا جائے اور اس میں کسی قسم کا لیت ولعل نہ کیا جائے اور ائمہ حضرات سے بھی یہ قول منقول ہے کہ جب حدیث صحیح مل جائے تو اس کو ہمارا مذہب سمجھو اور ہمارے قول کو دیوار پر دے مارو۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" خضتم كالخصوص فى استحصانات الفقهاء من قبلكم أن الحكم ما حكمه الله و رسوله و رب إنسان منكم يبلغه حديث من أحاديث نبيكم صلى الله عليه وسلم فلا يعمل به و يقول

إنما العمل بمذهب فلان لا على الحديث " (30)

"تمھاری توجہ پوری طرح فقہاء کے استحصانات اور تصریحات کی طرف ہے اور تم نہیں جانتے کہ درحقیقت حکم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے اور تم میں سے بہت سے لوگوں کو آں حضرت ﷺ کی حدیث پہنچ جاتی ہے، لیکن وہ اسے اس لیے قابل عمل نہیں سمجھتے کہ ان کا عمل فلاں مذہب پر ہے۔"

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ضروری سمجھتے تھے کہ لوگ علماء اور ائمہ کی آراء و فتاویٰ سے استفادہ کریں، لیکن ان کو پیغمبروں کی طرح معصوم عن الخطا نہ سمجھیں۔ ائمہ کی قدر و منزلت اور علمی وسعت کے باوجود ان کے اقوال و آراء کو اس قدر ترجیح نہ دی جائے کہ جس سے صحیح حدیث کو نظر انداز کرنے کی نوبت آجائے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ دلی خواہش تھی کہ نئی نسل مذہب کے اصل سرچشمے تک رسائی حاصل کر کے تقلید جامد کے شیوۂ قدیم کو ترک کرے۔ کتاب و سنت کے اصل نصوص کو غور و فکر کا مرکز بنائے، نظر میں وسعت اور فکر میں گہرائی پیدا کرے اور اپنی سوچ و فکر کا اصل سرچشمہ قرآن کریم اور حدیث نبویہ کو بنائے۔

"طلاقِ بتہ" ایک ہی طلاق ہے، عمر رضی اللہ عنہ کا موقف

بروایت امام شافعی رحمہ اللہ: عہد فاروقی میں مطلب بن حنطب نے اپنی بیوی کو لفظ "بتہ" کہہ کر طلاق دے دی اور بعد میں از خود امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر افسوس کا اظہار کیا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "آخر تمھیں کس چیز نے اس پر آمادہ کیا؟" مطلب نے عرض کی: "یہ لفظ میری زبان سے نکل گیا۔" اس پر امیر المومنین نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا﴾ (31)

"اے کاش! جو نصیحت انھیں کی جاتی ہے وہ اس پر عمل پیرا ہوتے تو یہ ان کے

لیے بھلائی اور اثبات قدم کا سبب ہوتا۔"

پھر دوبارہ سائل سے فرمایا: "آخر تمھیں کس چیز نے اس پر آمادہ کیا؟" اس نے عرض کی: "یہ لفظ میری زبان سے نکل گیا۔" امیر المومنین نے فرمایا: "لفظ بتہ بھی ایک ہی طلاق ہے، تم اپنی بیوی کو اپنے گھر میں رہنے دو۔" (32)

یاد رہے! احناف لفظ "بتہ" سے تین طلاقیں مراد لیتے ہیں۔

مندرجہ بالا عبارات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عہد نبوی، عہد صدیقی اور زمانۂ فاروقی کے ابتدائی تین سالوں تک تین طلاقوں کا شمار ایک ہی ہوتا تھا، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کی اس حد تک بے قدری دیکھی تو آپ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین طلاقیں قرار دے دیا اور واضح طور پر فرمایا کہ لوگوں کو جس کام میں رخصت و سہولت دی گئی تھی انھوں نے اپنی عجلت میں آکر اس سہولت کا دروازہ بند کر دیا۔

یہ بات اس کا واضح ثبوت ہے کہ یہ فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تدبیری و سیاسی اور بطور تعزیر تھا، جیسا کہ سخت قحط کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے چوری کی سزا وقتی طور پر مؤخر کر دی تھی، حالانکہ چوری کی سزا کا حکم قرآن پاک میں واضح طور پر موجود ہے۔

۱۵ ہجری تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق شمار کیا کرتے تھے۔ ایک صحابی بھی ایسا نہ تھا کہ جس نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہو۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ محسوس کیا کہ تین طلاقوں کو تین قرار دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ لوگوں میں یک بارگی طلاقیں دینے کا فساد اور بڑھ گیا ہے تو آپ نے اس سیاسی فیصلے سے رجوع کر لیا اور اس پر ندامت کا اظہار بھی فرمایا، جیسا کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنی تصنیف "إغاثة اللهفان" میں فرماتے ہیں:

" قال الحافظ أبو بكر الإسماعيلي في مسند عمر، أخبرنا أبو

يعلى حدثنا صالح بن مالك حدثنا خالد بن يزيد بن أبي مالك عن أبيه قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه ما ندمت على شيء ندامتي على ثلاث : أن لا أكون حرمت الطلاق وعلى أن لا أكون أنكحت الموالي وعلى أن لا أكون قتلت النوائح ." (۳۳)

"سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جو ندامت مجھے تین کاموں پر ہوئی ہے وہ کسی اور کام پر نہیں ہوئی، ایک یہ کہ میں تین طلاقوں کو طلاق تحریم نہ بناتا، دوسرا یہ کہ غلاموں کو نکاح کرنے کا حکم صادر نہ کرتا اور تیسرا یہ کہ نوحہ کرنے والیوں کو قتل کرنے کا حکم نہ دیتا۔"

بعض اہل علم نے اس کی سند میں موجود راوی خالد بن یزید بن ابی مالک کو ضعیف قرار دیا ہے، لیکن بعض ائمہ مثلاً ولید بن مسلم، عبد اللہ بن مبارک، سلیمان بن عبد الرحمٰن، ہشام بن عمار، ہشام بن خالد، سوید بن سعید، ابو زرعہ اور ابن صالح رحمہم اللہ نے اسے ثقہ اور قابل اعتماد قرار دیا ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے فقہائے شام میں شمار کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ صدوق فی الروایہ ہے۔ عجلی رحمہ اللہ نے بھی اسے ثقہ کہا ہے۔ (۳۴)

علاوہ ازیں فقہ حنفی میں بھی یہ بات بیان کی گئی ہے کہ باوجود تین طلاقیں دینے کے اگر طلاق دینے والے کی نیت صرف ایک طلاق کی ہو تو اس کو ایک ہی طلاق شمار کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک جمہور علماء وفقہاء ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کرتے چلے آ رہے ہیں۔

طلاقِ بتہ کے متعلق قاضی شریح رحمہ اللہ کا مسلک

بروایت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ: عہد فاروقی میں جب عروہ بن مغیرہ کوفہ کے امیر تھے، آپ کے پاس ایک مقدمہ آیا جس میں شوہر نے اپنی زوجہ کو " أنت طالق البتة " کہہ کر مصیبت میں ڈال دیا۔ عروہ نے یہ مسئلہ قاضی شریح رحمہ اللہ سے حل کروانا چاہا تو قاضی صاحب نے

جواب میں فرمایا: "اس لفظ کی تعبیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک طلاق قرار دیتے ہیں اور شوہر کا اس عورت پر حق زوجیت تسلیم کرتے ہیں۔" (۳۵)

بروایت ابو بکر: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلاق بتہ کو ایک ہی طلاق شمار فرمایا اور شوہر کا حق زوجیت قائم رکھا۔ (۳۶)

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور ایک شخص اپنا یہ مقدمہ لایا کہ اس نے اپنی زوجہ کو طلاق کا اختیار دے دیا تھا اور اس عورت نے خود پر تین طلاقیں کہہ دی ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ انھوں نے عرض کی: "یہ ایک طلاق ہوگی اور شوہر کو اب بھی رجوع کا اختیار ہے۔" یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا: "ہاں! میری بھی یہی رائے ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

اسی طرح ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا کہ میں نے اپنی زوجہ کو حق طلاق تفویض کر دیا ہے تو اس نے خود پر تین طلاقیں کہہ دی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ تین نہیں بلکہ ایک ہی طلاق ہے۔" (۳۷)

علاوہ ازیں اہم بات یہ ہے کہ جب کسی صحابی کا قول وفعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت صحیح حدیث کے مخالف ہو تو نبی کریم ﷺ کی حدیث کو عمل کے اعتبار سے صحابی کے قول و فعل پر مقدم کیا جاتا ہے، کیونکہ واضح طور پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (۳۸)

"جب تمھارا کسی چیز میں نزاع اور اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔"

یعنی قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا ہے، اس کی وضاحت میں مولانا عبد الحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" والحق في هذا المقام أن قول النبي صلى الله عليه وسلم وفعله أحق بالإتباع و قول غيره أو فعله لا يساويه في الإتباع فإذا وجد من الصحابي ما يخالف الحديث النبوي صلى الله عليه وسلم يؤخذ بخبر الرسول صلى الله عليه وسلم ." [39]

''ایسے مقام میں حق و سچ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول اور فعل ہی اتباع اور پیروی کے لائق ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کا قول و فعل اتباع اور پیروی میں رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کے مساوی اور برابر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جب صحابی کا قول و فعل حدیث نبوی ﷺ کے خلاف آجائے تو رسول اللہ ﷺ کا قول حجت ہوگا۔''

اس لیے آثارِ صحابہ کے مقابلے میں مرفوع حدیث پر عمل کرنا قرآنی اصول کے مطابق ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب کوئی شخص ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیتا تھا تو انھیں ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں واضح طور پر حکم موجود ہے۔ اس لیے آثارِ صحابہ کے مقابلے میں مرفوع حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔

مروجہ حلالہ فعل حرام اور بدکاری ہے

ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک طرف تو واضح احادیث میں تاویل کی جاتی ہے اور اس کو حلال و حرام کا مسئلہ بنایا جاتا ہے جب کہ دوسری طرف موجودہ مروجہ حلالہ جیسے قبیح فعل کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے جو سراسر بدکاری اور حرام فعل ہے۔ جس شخص کے ساتھ مطلقہ عورت کا نکاح کیا جاتا ہے اس سے پہلے طے کیا جاتا ہے کہ وہ نکاح کے بعد اس کو طلاق دے دے گا۔ مشروط نکاح کر کے صبح کے وقت عورت کو پہلے خاوند کے حوالے کر کے ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ پر عمل ظاہر کیا جاتا ہے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

« لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَهٗ » [40]

''حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ کیا جا رہا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔''

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ میں واضح طور پر تحلیل شرعی کا بیان ہے، یعنی اگر اس نے تیسری طلاق بھی دے دی تو جب تک عورت کسی دوسرے خاوند سے بالکل اسی طرح بسنے کی نیت سے نکاح نہ کرے جیسے اس نے پہلے خاوند کے ساتھ کیا تھا اور پھر وہ دوسرا خاوند ہم بستری کرنے کے بعد کچھ مدت گزرنے پر اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دے دے اس وقت تک وہ پہلے خاوند کے نکاح میں نہیں جا سکتی۔ یہ ہے قرآن مجید کا واضح حکم جس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔

موجودہ حلالہ قرآن کے حکم کے خلاف ہے۔ یہ نکاح (حلالہ) خالصتاً عارضی ہوتا ہے جس میں مرد و عورت کی باہمی رضا مندی کے بجائے ﴿مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ [41] کے برعکس عورت کی عزت و ناموس کو ایک یا دو دن کی شرط لگا کر لوٹا جاتا ہے، جس میں دائمی نکاح کا تصور تک نہیں ہوتا بلکہ خالصتاً عارضی اور ہنگامی نکاح ہوتا ہے جس کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ یہ زنا کے مترادف ہے جس کے متعلق اسلام کا واضح حکم موجود ہے۔ حلالہ کرنے اور کروانے والے پر اللہ کی لعنت ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

« أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ؟ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ هُوَ الْمُحَلِّلُ، لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ » [42]

''کیا میں تمھیں کرائے کے سانڈ کی خبر نہ دوں؟'' عرض کی گئی: ''ضرور اے اللہ کے رسول!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ کی لعنت ہو حلالہ کرنے والے پر بھی اور اس پر بھی جس کے لیے حلالہ کیا جائے۔''

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسا مقدمہ پیش کیا گیا کہ جس میں ایک شخص نے

کسی عورت سے اس کے سابق شوہر کے لیے حلالہ کے طور پر نکاح کیا تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے سے ان دونوں کو الگ کروا دیا اور فرمایا:

« لا ترجع إليه إلا بنكاح رغبة غير دلسة »(۴۳)

''وہ عورت اپنے پہلے خاوند سے رجوع نہیں کرسکتی سوائے مرغوب نکاح کے جو (مروجہ حلالہ سے) پاک ہو۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مروجہ حلالہ کو زنا قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ میں انھیں رجم کروں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

« لاَ أُوْتٰی بِمُحَلِّلٍ وَلاَ بِمُحَلَّلَةٍ إِلاَّ رَجَمْتُهُمَا »(۴۴)

''میرے پاس کوئی حلالہ کرنے والا مرد اور وہ عورت جس سے حلالہ کیا گیا ہو لائے گئے تو میں ضرور ان دونوں کو رجم کر دوں گا۔''

مندرجہ بالا روایات میں واضح طور پر حلالے کا حکم موجود ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے واضح الفاظ میں حلالہ کرنے والے اور کروانے والے کو لعنتی قرار دیا ہے اور اسے مانگا ہوا سانڈ قرار دیا ہے جو زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حلالہ کرنے اور کروانے والے دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دی کہ یہ نکاح نہیں زنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حلالے کو قابل رجم فعل قرار دیا۔ ان واضح اور قطعی روایتوں کے باوجود نکاح حرام کو نکاح حلال سے کس طرح تبدیل کیا جاسکتا ہے اور زنا کاری سے مطلقہ عورت کس طرح پہلے شوہر کے لیے حلال ہوسکتی ہے!؟ یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رجم کرنے کے حکم کو کیوں کر نہیں مانا جاتا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تعزیر کے حکم کو تو مانا جاتا ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، خلفائے راشدین اور نبی اکرم ﷺ کے حکم میں لیت ولعل کیا جاتا ہے اور تاویل وتوجیہ کے ذریعے سے ناقابل عمل سمجھا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے، جوکہ صحیح نہیں۔

مجلس واحد کی طلاقِ ثلاثہ ایک طلاق ہے، جید فقہاء کا مذہب

اکثر ائمہ کرام اور جید علماء ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دے چکے ہیں۔ اس مسئلہ کے حاملین امام طحاوی، امام رازی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، علامہ ابن حجر، علامہ عینی، امام شوکانی، ابن اسحاق، عطاء اور عکرمہ رحمہم اللہ ہیں۔

امام طاؤس رحمہ اللہ صحیح مسلم کی مذکورہ بالا روایات جو ابوصہباء کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں (مسلم: ۱۷،۱۶،۱۵/۱۴۷۲) ان کے متعلق فرماتے ہیں: ان روایات میں واضح طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود تسلیم کیا ہے کہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور خود اپنے تین سالوں میں جو رعایت ملی تھی لوگوں نے اپنے اس معاملے میں جلد بازی سے کام لیا، یعنی سنت طریقے سے طلاق دینی چاہیے تھی، لہٰذا کیوں نہ ہم ان پر یہ تعزیری حکم نافذ کر دیں!؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان واضح کر رہا ہے کہ ان کا یہ حکم تعزیر اور سرزنش کے طور پر وقتی عمل تھا، تاکہ لوگوں میں صحیح طریقے سے طلاق دینے کی عادت ڈالی جائے، ورنہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں اور خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے ابتدائی تین سال تک تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھا جاتا تھا۔ تو کیا اس سے بڑھ کر کسی اور دلیل کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے!؟

بعض حضرات یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بہا بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو وہ ایک شمار ہوگی۔ اگر یہ حدیث غیر مدخولہ بہا کے متعلق ہوتی تو یہ واقعہ کبھی کبھار اکا دکا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ہم بستری سے پہلے طلاق دے دے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ لوگوں کو جو سہولت دی گئی تھی اس کا غلط استعمال کیا گیا ہے، لوگوں نے اس بات کو اپنا معمول بنا لیا ہے۔ یہ عام طلاق کے متعلق ہے، ورنہ آپ اس قدر ان پر سختی نہ کرتے اور تعزیر لاگو نہ کرتے۔

بیک وقت دی گئیں تین طلاقیں ایک شمار ہوں گیں، اجماع امت

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے مبارک دور میں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہزار ہا جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل کرتے رہے اور اس نظریے کے قائل تھے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوں گیں، لہٰذا اس کے خلاف اجماع کا دعویٰ کرنا بالکل غلط ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر بات مردم شماری (اجماع) پر ختم ہوتی ہے تو ہم اس میں بھی تم پر غالب ہیں، فرماتے ہیں:

"ونحن نكاثركم بكل صحابي مات إلى صدر من خلافة عمر رضي الله عنه ويكفينا مقدمهم وخيرهم وأفضلهم ومن كان معه من الصحابة على عهده." (45)

"ہم ہر اس صحابی کو شمار کر کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور تک وفات پا چکے تھے، تم پر غالب آ جائیں گے اور ہمیں ان سب سے مقدم، بہتر اور افضل یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور جو ان کے ساتھ ان کے دور میں صحابی تھے، کافی ہیں۔"

امام ابن قیم رحمہ اللہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لا يعرف في عهد الصديق أحد رد ذلك ولا خالفه." (46)

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوئی صحابی بھی ایسا نہ تھا جس نے اس مسئلہ پر اختلاف کیا ہو یا اس کو رد کیا ہو۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پورے دور میں کوئی ایک بھی صحابی ایسا نہیں تھا کہ جس نے اس متفقہ مسئلے پر کوئی اختلاف کیا ہو۔ اگر کوئی ہے تو ثابت کیا جائے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ کی وفات کے وقت ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے جنھوں نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ کا کلام سنا تھا۔ کیا تمھیں اس پر قدرت

ہے کہ تم ان سب سے یا ان میں سے دسویں حصے سے یا ان کے عشر عشیر یا ان کے عشر عشیر در عشر عشیر سے یہ ثابت کر سکو کہ انھوں نے ایک دفعہ کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا ہے؟ اگر تم اپنی پوری طاقت بھی صرف کر ڈالو تو تم بیس نفوس سے بھی کبھی یہ ثابت نہیں کر سکتے، حالانکہ ان سے مختلف اقوال آئے ہیں۔ (47)

اس مسئلہ میں امام ابن قیم رحمہ اللہ کے دلائل

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لعان میں اگر کوئی شخص بجائے چار مرتبہ شہادت دینے کے ایک ہی دفعہ یہ کہے کہ میں چار دفعہ شہادت دیتا ہوں، تو اس پر اتفاق ہے کہ وہ ایک ہی شہادت تصور ہوگی، اسی طرح دفعتاً تین طلاقیں بھی ایک ہی شمار ہوگی۔" (48)

لعان ایسی شہادت کو کہتے ہیں جس میں قسمیں لعنت کے لفظ کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام عائد کرتا ہے اور گواہ موجود نہیں تو اس صورت میں لعان ہوگا اور میاں بیوی میں جدائی ہو جائے گی۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنے موقف کو ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص دن میں سو مرتبہ "سبحان الله وبحمده" پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے معاف فرما دیں گے، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں۔ تو اگر کوئی شخص ایک ہی دفعہ کہے: "سبحان الله وبحمد مائة مرة." تو اس سے ایک ہی دفعہ تسبیح شمار ہوگی نہ کہ سو مرتبہ۔ اسی طرح تین طلاقیں بھی جو دفعتاً دی جائیں ایک ہی تصور ہوگی۔ نیز حدیث شریف میں آتا ہے کہ نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا چاہیے۔ تو اگر کوئی شخص ایک دفعہ "سبحان اللہ" کہے اور ساتھ ۳۳ کا عدد لگا دے تو بھی وہ ایک ہی تسبیح شمار ہوگی۔ اسی طرح تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھا جائے گا۔" (49)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف زاد المعاد میں فرماتے ہیں:

"لأن قوله لو طلقتها ثلاثا بمنزلة قوله لو سلمت ثلاثا أو أقررت ثلاثا أو نحوه مما لا يعقل جمعه ." (50)

"کیونکہ اس کا یہ قول کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، اس قول کی مانند ہے کہ میں نے تین دفعہ سلام کہا یا تین دفعہ اقرار کیا یا اس جیسی اور صورت ہو جس میں جمع کرنے کا معنی نہیں سمجھا جا سکتا۔"

مزید فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اگر جمرات کی رمی دفعتاً سات سنگ ریزوں سے کی جائے تو وہ ایک ہی سمجھی جائے گی، اسی طرح تین طلاقوں کو بھی ایک ہی سمجھنا چاہیے۔ (51) کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« رَمْيُ الْجِمَارِ وِتْرٌ »

"جمرات کی رمی الگ الگ ایک ایک کر کے ہونی چاہیے۔"

اسی طرح فرماتے ہیں:

" بل لو شئنا لقلنا ولصدقنا، إن هذا كان إجماعا قديما لم يختلف فيه على عهد الصديق اثنان ولكن لا ينقرض عصر المجمعين حتى حدث الاختلاف فلم يستقر الإجماع الأول حتى صار الصحابة على قولين واستمر الخلاف بين الأمة في ذلك إلى اليوم، ثم نقول لم يخالف عمر إجماع من تقدمه بل رأى إلزامهم بالثلاث عقوبة لهم لما علموا أنه حرام و تتابعوا فيه ولا ريب أن هذا سائغ للأئمة أن يلزموا الناس بما ضيقوا به على أنفسهم ولم يقبلوا فيه رخصة الله عزوجل و تسهيله ." (52)

"بلکہ اگر ہم چاہیں تو کہہ سکتے ہیں اور ہم اس میں سچے ہیں کہ بے شک تین طلاقوں کے ایک ہونے پر پہلے اجماع تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے

میں اس میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں ہوا، لیکن چونکہ ابھی تک اجماع کرنے والوں کا دور ختم نہیں ہوا تھا کہ اس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ سو پہلا اجماع نہ ٹک سکا، یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو قول ہو گئے اور امت کا اختلاف تا ہنوز چلا آ رہا ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے لوگوں کے اجماع کی مخالفت ہی نہیں کی بلکہ انھوں نے تو لوگوں پر تین طلاقیں بطور سزا لازم کر دیں، کیونکہ لوگ ان کی حرمت کو جانتے تھے۔ پھر انھوں نے لگا تار طلاقیں دینا شروع کر دیں اور کوئی شک نہیں کہ جب لوگ اپنے اوپر تنگی کا التزام کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہ کریں تو اماموں کے لیے اس کے نفاذ کی گنجائش ہے۔"

اس میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ جیسی علمی شخصیت نے پوری وضاحت سے اجماع کو ثابت کیا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تین طلاقوں کے ایک ہونے پر اجماع تھا اور اس میں دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو تین طلاقوں کو تین قرار دیا اس میں انھوں نے اپنے سے پہلے کسی اجماع کی مخالفت نہیں کی، بلکہ انھوں نے تو سزا اور عقوبت کے طور پر یہ کارروائی کی ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مسلم والی روایت کے بارے میں ابن قیم رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

" وهذا الحديث قد رواه عن ابن عباس ثلاثة نفر، طاؤس وهو أجل من روي عنه وأبو الصهباء العدوي و أبو الجوزاء وحديثه عند الحاكم في المستدرك ." (53)

"یہ وہ حدیث ہے کہ جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تین آدمی روایت کرتے ہیں، طاؤس رحمہ اللہ اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے والوں میں سے سب سے اجل ہیں اور ابوصہباء عدوی اور ابو الجوزاء، ان کی روایت امام حاکم نے مستدرک میں بیان کی ہے۔"

جید صحابہ، ائمہ اور فقہائے عظام کا مسلک

امام ابن قیم رحمہ اللہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان اصحاب میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف، زبیر بن عوام اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم جیسے جید صحابہ کرام شامل ہیں۔ علاوہ ازیں سیدنا عبد اللہ بن عباس، علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں۔ اسی طرح ائمہ کرام میں عکرمہ، طاؤس، محمد بن اسحاق، خلاص بن عمرو، حارث عکلی اور داؤد بن علی رحمہم اللہ، بعض مالکی اور بعض حنفی، جیسے محمد بن مقاتل اور بعض حنابلہ بھی اسی مسلک کے حامی ہیں۔'' (۵۴)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ عمدۃ القاری میں تحریر کرتے ہیں:

''طاؤس، ابن اسحاق، حجاج بن ارطاۃ، ابراہیم نخعی اور ابن مقاتل رحمہم اللہ اکٹھی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا کرتے ہیں۔'' (۵۵)

کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جید ائمہ کرام رحمہم اللہ کی ان قطعی روایتوں کے باوجود تین طلاقوں کے ایک ماننے کو قسم قسم کی تاویلات و توجیہات کے ذریعے سے رد کیا جاتا ہے، دوسری طرف مروجہ حلالہ کو جائز قرار دیا جاتا ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے اور مانگے ہوا سانڈ قرار دیا ہے، جو سراسر بدکاری ہے۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قابل رجم فعل گردانا ہے، یعنی اس پر زنا کی حد مقرر فرمائی ہے۔ ایسے قبیح فعل کو جاری رکھنا شریعت کے ساتھ کھلا مذاق نہیں تو کیا ہے!؟ مولانا مفتی کفایت اللہ اپنے فتاویٰ ''کفایت المفتی'' میں فرماتے ہیں:

''زوج اوّل یا زوجہ کے کسی ولی کی طرف سے زوج ثانی سے یہ شرط طے کرنا کہ وہ طلاق دے دے اور زوج ثانی کا اس شرط کو قبول کر کے نکاح کرنا حرام ہے۔ ایسی صورت میں فریقین پر لعنت کی گئی ہے۔ تحلیل کی شرط پے نکاح کرنا موجب لعنت عمل ہے۔'' (۵۶)

مولانا پیر کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ کا مسلک

مولانا پیر کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ جج سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ پاکستان اپنی کتاب

''دعوت فکر و نظر'' میں تین طلاقوں کو تین قرار دینے والے علماء کو دعوت فکر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب انھیں بتایا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک جنبش لب سے اپنے گھر کو برباد کر دیا ہے، اس کی رفیقۂ حیات اور اس کے ننھے بچوں کی ماں اس پر قطعی حرام ہوگئی ہے، اس کی نظروں میں دنیا تاریک ہو جاتی ہے۔ یہ ناگہانی مصیبت اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ پھر وہ علماء صاحبان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں جو باستثنائے چند حضرات بڑی معصومیت سے انھیں حلالے کا دروازہ دکھاتے ہیں۔ اس وقت انھیں اپنے غیور رسول (ﷺ) کی وہ حدیث فراموش ہو جاتی ہے: «لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَهُ» ''حلالہ کرنے والے پر بھی اللہ کی لعنت اور جس (بے غیرت) کے لیے حلالہ کیا جائے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔'' اس سلسلے میں ایک اور حدیث بھی سن لیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں کرائے کے سانڈ کی خبر نہ دوں؟'' ہم (صحابہ) نے کہا: ''ضرور اے اللہ کے رسول!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ کی لعنت ہو حلالہ کرنے والے پر اور اس پر بھی جس کے لیے حلالہ کیا جائے۔''

ان علمائے ذی شان کے بتائے ہوئے حل کو جب کوئی بدنصیب قبول کر لیتا ہوگا تو اسلام اپنے کرم فرماؤں کی ستم ظریفی پر چیخ اٹھتا ہوگا اور دین سبز گنبد کے مکین کی دہائی دیتا ہوگا۔'' (۵۷)

مزید لکھتے ہیں:

''اب حالات دن بدن بدتر ہو رہے ہیں، جب بعض طبیعتیں اس غیر اسلامی اور غیر انسانی حل کو قبول نہیں کرتیں اور اپنے گوشۂ عافیت کی ویرانی بھی ان سے دیکھی نہیں جاتی تو وہ پریشان اور سراسیمہ ہو کر ہر دروازے کو کھٹکھٹاتے ہیں۔ اس

وقت باطل اور گمراہ فرقے اپنا آہنی پنجہ ان کی طرف بڑھاتے ہیں اور انھیں اپنے دام تزویر میں پھنسا لیتے ہیں۔ اس کی بیوی تو اسے مل جاتی ہے لیکن دولت ایمان لوٹ لی جاتی ہے۔ میرے یہ چشم دید واقعات ہیں کہ کتنے کے کتنے مرزائی اور بے دین ہوگئے، جب حالات کی سنگینی کا یہ عالم ہو، جب یہ تعزیر یعنی بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے کی رائے بے غیرتی کی مہر ہو، بلکہ اس کی موجودگی سے ارتداد کا دروازہ کھل گیا ہو، ان حالات میں کیا علمائے اسلام کا یہ فرض نہیں کہ امتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر درِ رحمت کشادہ کریں!؟ (یعنی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیں)۔'' (۵۹)

مندرجہ بالا عبارت میں مولانا پیر کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین قرار دینے کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کو تعزیری حکم قرار دیا ہے اور تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنے پر زور دیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ حلالے کی وجہ سے سنگین بے غیرتی کے نتائج کی طرف بھی توجہ مبذول فرماتے ہوئے لکھا ہے: ''کتنے کے کتنے مرزائی اور بے دین ہوگئے ہیں، جس کی وجہ سے ارتداد کا دروازہ کھل گیا ہے، اس لیے علماء کو چاہیے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کرنے کا فتویٰ دے کر امت پر رحمت کا دروازہ کھول دیں۔'' یعنی ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دے کر امت مصطفیٰ پر درِ رحمت کشادہ کریں، تاکہ جو بے غیرتی اور سراسر بدکاری اور ارتداد کا راستہ کھل چکا ہے اسے بند کیا جاسکے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہیں، مولانا عبدالحکیم قاسمی رحمہ اللہ کا فتویٰ

مولانا عبدالحکیم قاسمی رحمہ اللہ (جامعہ حنفیہ لاہور) اپنے مکتوب بنام محمد طفیل میں تحریر کرتے ہیں:

''حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیاستاً ایک مجلس میں تین طلاقوں کو تین تسلیم کر لیا تھا۔ یہ آپ کی سیاست تھی جس میں تبدیلی کا امکان ہے۔ چنانچہ اکثر جلیل القدر

صحابہ نے اس معاملے میں اختلاف فرمایا ہے جو کتب احادیث میں با دلائل موجود ہے۔ آج تک کسی مفتی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ یہ لکھ کر دے کہ یہ فیصلہ حضور ﷺ کا نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لکیر کے فقیر بن کر غلط راستے پر گامزن ہیں اور ایک ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر سفاح ہے، اس لیے حضور پاک ﷺ نے (اس فعل کے مرتکب کو) واضح الفاظ میں لعنتی قرار دیا ہے اور اس کو مانگا ہوا بکرا فرمایا، جو حلالے کا ارتکاب کرتا ہے۔'' (۵۹)

مفتی اعظم مملکت سعودی عرب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ کے فتویٰ میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا گیا ہے۔ سائل کا سوال تھا کہ ایک ہی مجلس میں ایک کلمہ سے تین طلاق کو یا متفرق تین بار طلاق کہنے کو حرام اور ایسا کرنے والے کے گناہ گار ہونے کو معتبر سمجھا جاتا ہے، لیکن اکثر علماء نے اس میں بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، دوسرے کہتے ہیں کہ ایک ہی واقع ہوگی جبکہ ایک فریق کہتا ہے کہ ایک بھی واقع نہیں ہوتی، کیونکہ یہ طلاق بدعی ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے مشروع کی تھی اس کے مخالف ہے۔

سوال اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں وہ صحیح حکم کیا ہے جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو؟

جواب اس مسئلہ میں درست بات یہ ہے کہ اگر مرد ایک کلمہ سے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے تو وہ ایک ہی شمار ہوگی۔ جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے دو سال تک تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ لوگ اس معاملے میں جلدی کرنے لگے ہیں جس میں ان کے لیے مہلت تھی، تو اب کیوں نہ ہم ان پر تین طلاقیں ہی نافذ کر دیں۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں پر تین طلاقیں ہی نافذ کر دیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں میں سے اہل علم کی ایک جماعت اور دیگر نے بھی اس بات کو اختیار کیا ہے اور امام محمد بن اسحاق (صاحب السیر) بھی اسی بات کے قائل ہیں اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بات کو بھی پسند کیا ہے کہ دوسری اور تیسری طلاق صرف نکاح یا رجعت کے بعد ہی واقع ہوگی اور اس کی کئی وجوہ بھی ذکر کی ہیں، لیکن میں دلائل شرعیہ سے ایسی کوئی چیز نہیں جانتا جو ان کے دوسرے قول کی تائید کرتی ہو۔ نہ ہی میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی ایسی چیز جانتا ہوں جو اس کی مؤید ہو۔ درست بات تو یہی ہے کہ جب ایک ہی کلمہ سے تین طلاق کہا جائے تو اسے اسی حد تک محدود رکھا جائے، یعنی ایک ہی طلاق سمجھا جائے۔ [۶۰]

یاد رہے کہ شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ سعودی عرب کے مفتی اعظم تھے اور یہ بھی یاد رہے کہ حکومت سعودی عرب نے فتاویٰ صادر کرنے کے لیے کبار علماء پر مشتمل ایک مستقل بورڈ قائم کر رکھا ہے جو دنیا بھر سے آئے ہوئے ہر قسم کے سوالوں اور مسائل کے جوابات بڑے اعتدال اور دقت نظری کے ساتھ کتاب وسنت اور محدثین کے مسلک کی روشنی میں دیتے ہیں، جس کے رئیس جناب شیخ مفتی اعظم عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ تھے، جن کی شخصیت علمی حلقوں میں تعارف کی محتاج نہیں اور ممبر کمیٹی شیخ مفتی اعظم عبد الرزاق عفیفی، شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن غدیان اور شیخ عبد اللہ بن قعود کے دستخطوں سے آراستہ ہیں۔ یہ تمام علمائے کرام دور حاضر کے جید علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کا علمی مقام و مرتبہ عالم اسلام میں مسلم ہے۔ ان جلیل القدر اکابرین کا فتویٰ ہے کہ ایک مجلس میں ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی، یعنی ایک ہی طلاق سمجھی جائے گی۔ یہ مسئلہ اس قدر واضح ہے کہ اسے تسلیم نہ کرنا اور تاویل و توجیہ کے ذریعے سے راہ فرار اختیار کرنا سمجھ سے بالا تر ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات

حال ہی میں اسلامی نظریاتی کونسل نے تین طلاقیں اکٹھی دینے کو قابل جرم فعل قرار دیتے ہوئے حکومت پاکستان کو قانون سازی کی سفارش کی ہے کہ ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دینا اسلامی شریعت کے خلاف ہے اور قابل جرم فعل ہے، تو کیوں نہ ہم اس مسئلے کو مستقل بنیادوں پر حل کریں، جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام اور علمائے کرام کی ایک بڑی تعداد اس مسئلہ میں جمود کو توڑنے کی حامی ہے۔ طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر جمود نے عوام کے لیے بڑی مشکلات کھڑی کر رکھی ہیں۔ شریعت کسی معین عرصہ کے لیے وجود میں نہیں آئی کہ اس کے بعد اس کا کام ختم ہو جائے، بلکہ شریعت اسلامی تو ابدی اور دائمی ہے، اس لیے اس میں کبھی جمود نہیں رہا، ہمیشہ تحقیق و تجسس کا دروازہ کھلا رہا ہے، جو تمام پیش آمدہ اور ممکن الوقوع مسائل کو محیط ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی یہ دلی خواہش تھی کہ علمائے کرام مذہب کے اصل سرچشمہ تک رسائی حاصل کر کے تقلید جامد کے شیوۂ قدیم کو ترک کریں اور قرآن وسنت کے اصل نصوص کو غور و فکر کا مرکز بنائیں، نظر میں وسعت اور فکر میں گہرائی پیدا کریں اور اپنی فکر کا اصل سرچشمہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو بنائیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میری بہترین رائے ہے کہ اگر کوئی میرے قول کے خلاف صحیح رائے قائم کرے گا تو میں اس کو قبول کروں گا۔“

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”میں ایک انسان ہوں جس سے خطا و صواب دونوں ممکن ہیں، میرے اقوال کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔“

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اگر میرے قول کے خلاف کوئی حدیث مل جائے تو میرے قول کو دیوار پر مارو۔“

اس کی مزید وضاحت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں:

''میں اللہ کے لیے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ امت میں سے کسی آدمی کے متعلق جس سے خطا وصواب دونوں باتوں کا احتمال ہے، یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ نے اس کی اطاعت مجھ پر فرض کر دی ہے، میرے لیے صرف وہی چیز ہے جسے وہ واجب قرار دے، کفر ہے، کیونکہ شریعت اس شخص سے مدتوں پہلے موجود ہے۔ لوگوں نے علماء کی تقلید پر صرف اس لیے اتفاق کیا کہ وہ درحقیقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شریعت کے راوی ہیں، انھیں علم ہے ہمیں نہیں اور علم ان کا مشغلہ ہے، جب کہ ہمارا مشغلہ علم نہیں، لیکن اگر حدیث صحیح ہو، محدثین نے اس کی صحت کی گواہی دی ہو، لوگوں نے اس پر عمل کیا ہو اور معاملہ واضح ہو چکا ہو، پھر اس حدیث پر اس لیے عمل نہ کیا جائے کہ اس کے امام یا متبوع نے اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیا، تو یہ بڑی گمراہی ہے۔''

امید قوی ہے کہ علمائے کرام حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اس مسئلے پر غور وفکر فرما کر امت پر رحمت کا دروازہ کھولتے ہوئے اس مسئلہ کو مستقل بنیادوں پر حل فرمائیں گے۔

اعتراضات کے جوابات

مجلس واحد کی تین طلاقوں کو تین ماننے والوں کے دلائل کی اصل حقیقت

سوال کیا مجلس واحد کی تین طلاقیں تین ہیں؟

جواب مجلس واحد کی تین طلاقوں کے تین ہونے کا ثبوت بصراحت نہ تو کتاب اللہ سے ہے، نہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ ہی کسی دور میں اس پر امت کا اجماع رہا ہے، بلکہ عہد سلف ہی سے یہ مسئلہ مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ آج مسلمانوں کی کثیر تعداد دینی تعلیم سے بے بہرہ ہے۔ طیش وغضب کی حالت میں اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالنے سے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، گھر کی ویرانی، بچوں کی آہ و بکا اور ان کی کسمپرسی پر کف افسوس۔ بیوی کو واپس لانے کی مختلف تدبیریں اور حیلے سوچتا ہے۔ مطلقہ کو اپنی زوجیت میں واپس لانے کے لیے مفتی صاحبان مروجہ حلالے کی راہ دکھاتے ہیں۔ مخالفین اسلام کے لیے اسلامی نظام کی تضحیک اور اس پر حرف زنی کا موقع فراہم کرنے کے علاوہ غیرت وحمیت، شرم وحیا، بیوی کی پاک دامنی، عفت و پاکیزگی اور حرمت کو بالائے طاق رکھ کر مروجہ حلالے کے اس ملعون اور حرام فعل کا ارتکاب کرتے ہیں جس کے متعلق سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِالتَّيْسِ الْمُسْتَعَارِ ؟ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ هُوَ الْمُحَلِّلُ، لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ، وَالْمُحَلَّلَ لَهُ » [61]

''کیا میں تمھیں کرائے کے سانڈ کے متعلق نہ بتاؤں (کہ وہ کون ہوتا ہے)؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ''جی ہاں (بتایئے) اے اللہ کے رسول!'' فرمایا: ''وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے۔''

واضح رہے کہ کوئی فعل مباح اور حلال کام مستوجب لعنت، باطل اور مستحق سزا نہیں ہو سکتا۔ حلالے کی یہ ملعون شکل معاشرے کے اندر جنسی بے راہ روی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

شریعت میں جس تحلیل کا اعتبار ہے وہ یہ ہے کہ پہلے شوہر کے طلاق مغلظہ کے بعد عورت کسی دوسرے شخص سے شادی کرکے اس کی صحبت سے ہمکنار ہو جائے اور اس کے ساتھ حسن معاشرت سے اپنی زندگی بسر کرے، پھر قضائے الٰہی سے اس کا شوہر فوت ہو جائے یا کسی گھریلو ناچاقی کی وجہ سے علیحدگی ہو جائے، یا کسی حادثے سے شوہر کے فوت ہو جانے کی صورت میں اگر عورت چاہے تو اسے پہلے شوہر سے نکاح کرنے کا حق ہے۔ سابق شوہر کی یا عورت کی یا شوہر ثانی جس کی زوجیت میں وہ اس وقت ہے ان تینوں میں سے کسی کی نیت حلالے کی نہ ہو۔ مروجہ حلالے کے متعلق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« لَا أُوْتِيَ بِمُحَلِّلٍ وَلَا مُحَلَّلٍ لَهُ إِلَّا رَجَمْتُهُمَا » [۶۲]

''میرے پاس جو بھی حلالہ کرنے والا مرد اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہو لایا جائے گا تو میں ان دونوں کو سنگسار کردوں گا۔''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« لَا أُوْتِيَ بِمُحَلِّلٍ وَلَا بِمُحَلَّلَةٍ إِلَّا رَجَمْتُهُمَا » [۶۳]

''میرے پاس جو بھی حلالہ کرنے والا مرد اور حلالہ کی جانے والی عورت لائی گئی تو میں ان دونوں کو سنگسار کردوں گا۔''

مروجہ حلالہ زنا ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حلالہ کو زنا قرار دیتے تھے۔ ابراہیم

نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلا شوہر اور حلالہ کرنے والا دوسرا شوہر اور عورت ان تینوں میں سے اگر کسی کی بھی نیت نکاح ثانی سے حلالہ کی ہو تو وہ نکاح باطل ہے، نکاح نہیں بلکہ زنا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف

امام بیہقی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی کہ اگر کوئی شخص اس کی بیوی کو اس کے لیے حلال کردے تو کیا خیال ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« مَنْ يُخَادِعِ اللّٰهَ يَخْدَعْهُ » [۶۴]

''جو اللہ کے ساتھ چال بازی کرے گا اللہ اس کی چال کو ناکام کردے گا۔''

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا موقف

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... وَالْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ » [۶۵]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے مرد اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

جس فعل پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہو، جس کو زنا قرار دیا گیا ہو، باطل اور مستحق سزا فرمایا گیا ہو وہ کیسے حلال یا جائز ہو سکتا ہے!؟ جو مفتی حلالے کی مروجہ صورت یعنی اس فعل ملعون کے لیے راہ ہموار کرتا ہے وہ اللہ کے غضب اور عذاب کو دعوت دیتا ہے۔

مروجہ حلالے کے متعلق امام مالک، شافعی، ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کا فتویٰ

موطا امام مالک میں ہے:

« وَالْمُحَلِّلُ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا عَلٰى كُلِّ حَالٍ إِذْ أُرِيدَ بِالنِّكَاحِ التَّحْلِيلِ » [٦٦]

''اور حلالہ کرنے والے دونوں کے درمیان ہر حال میں تفریق کروا دی جائے گی، جب وہ نکاح تحلیل کا ارادہ کریں۔''

امام محمد اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دیگر ائمہ کی طرح علی وجہ التحلیل کیا ہوا نکاح غلط ہے اور اس سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی۔

امام شافعی و ابو یوسف رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اگر اس شرط پر نکاح کیا گیا کہ ہم بستری کے بعد اس عورت کو طلاق دے دی جائے تو نکاح باطل ہے۔

''اَلدِّيْنُ يُسْرٌ'' کے تحت طلاقِ ثلاثہ کا قرآن وسنت سے جائزہ

اسلام کا ضابطۂ طلاق انتہائی سادہ اور اعتدال پر مبنی ہے۔ لہٰذا شرعی احکام کو مشکل اور دقیق بنا کر لوگوں کے لیے دشواریاں پیدا کرنا دین کی خدمت ہرگز نہیں ہے۔

مجلس واحد کی تین طلاقوں کا تین واقع ہونا قرآن کی کسی نص سے ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ صریح طور پر کہیں نہیں کہا گیا کہ آن واحد کی تین طلاقیں تین واقع ہوں گی۔ قرآن کی کوئی صریح نص موجود نہیں ہے۔ جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے بعض احادیث ایسی ہیں جن کا محل دوسرا ہے یا ان میں سقم ہے، اس لیے ان سے کوئی دلیل پکڑنا درست نہیں جس کا تفصیلاً بیان آگے آ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق کی تعداد متعین کر دی اور رجعت کی حد بھی بتا دی۔ یعنی یہ کہ طلاقوں کی تعداد صرف تین ہے اور رجعت کا حق دو طلاقوں تک ہے۔ تیسری کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا بلکہ مغلظہ ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ [٦٧]

''پھر اس عورت کو طلاق دی یعنی جب تیسری طلاق دی تو اب وہ اس کے لیے

حلال نہیں، جب تک وہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کر لے اس کے سوا۔''

اس آیت میں طلاقوں کی تعداد تین تک محدود کرنے اور رجوع کرنے کی حد متعین کرنے اور دو طلاقیں بیک کلمہ نہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ تین باتیں بنص صریح ثابت ہوتی ہیں۔

زمانۂ جاہلیت کی طلاقیں

زمانۂ جاہلیت میں طلاق دینے اور پھر عدت میں رجوع کر لینے کی کوئی حد تعداد متعین نہ تھی۔ ایک عورت کو سیکڑوں بار طلاق دی جا سکتی تھی اور پھر عدت میں رجوع کیا جا سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تنگ کرنا چاہتا تو اس طرح طلاق دے دے کر عدت میں رجوع کر لیا کرتا تھا۔ اس کی وضاحت موطا امام مالک میں یوں بیان کی گئی ہے، عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، ثُمَّ ارْتَجَعَهَا قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، كَانَ ذٰلِكَ لَهُ، وَإِنْ طَلَّقَهَا أَلْفَ مَرَّةٍ فَعَمَدَ رَجُلٌ إِلَى امْرَأَتِهِ، فَطَلَّقَهَا حَتّٰى إِذَا شَارَفَتِ انْقِضَاءَ عِدَّتِهَا، رَاجَعَهَا، ثُمَّ طَلَّقَهَا ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ، لَا آوِيكِ إِلَيَّ، وَلَا تَحِلِّينَ لِي أَبَدًا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى : ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ [البقرة : ٢٢٩] » [٦٨]

''جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ مرد جب اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو عدت ختم ہونے سے پہلے اس کو رجوع کر لینے کا حق تھا۔ اگرچہ وہ ایک ہزار بار طلاق دے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی یہاں تک کہ جب اس عورت کی عدت ختم ہونے کا وقت قریب آیا تو اس نے رجوع کر لیا اور پھر طلاق دے دی۔ پھر اس نے کہا: ''بخدا! میں تجھے نہ اپنے پاس آنے دوں گا

اور نہ تو کبھی میرے لیے حلال ہو گی۔" تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"طلاق رجعی دو بار تک ہے، اس کے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا بھلے طریقے سے ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں طلاق کی تعداد متعین کر دی اور رجعت کی حد بھی بتا دی۔ جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو کوئی بھی حدیث ایسی موجود نہیں ہے جو بیک وقت تین طلاقوں کو تین قرار دے سکے۔

مجلس واحد کی طلاقِ ثلاثہ کے متعلق فقہاء ومحدثین کے فتاویٰ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مسلک

اس قسم کی احادیث کے متعلق امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وَلَمْ يَنْقُلْ أَحَدٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِسْنَادٍ مَقْبُولٍ أَنَّ أَحَدًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَلْزَمَهُ الثَّلَاثَ، بَلْ رُوِيَ فِيْ ذٰلِكَ أَحَادِيْثُ كُلُّهَا كَذِبٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَلٰكِنْ جَاءَ فِيْ أَحَادِيْثَ صَحِيْحَةٍ " أَنَّ فُلَانًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا " أَيْ ثَلَاثًا مُتَفَرِّقَةً " [69]

"کسی نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقبول اسناد کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ نقل نہیں کیا کہ کسی شخص نے بیک کلمہ تین طلاقیں دی ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو لازم کر دیا ہو۔ بلکہ اس سلسلہ میں جو احادیث بھی مروی ہیں وہ بالاتفاق اہل علم صحیح نہیں ہیں، ہاں! احادیث صحیحہ میں اس بات کا ذکر ہے کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے متفرق طور سے تین طلاقیں دی تھیں۔"

حضرت علامہ ابن قیم رحمہ اللہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ہزار طلاق والی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کرکے خود لکھا ہے کہ اس

کے راوی مجہول اور ضعیف ہیں۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کا فتویٰ

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی کتاب "المحلی بالآثار" میں فرماتے ہیں:

" فلو قال لموطوءة أنت طالق أنت طالق أنت طالق، فإن نوى التكرير لكلمته الأولى و إعلامها فهي واحدة ." [60]

"یعنی مدخول بہا عورت سے کسی نے کہا کہ تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق تو وہ ایک واقع ہوگی۔"

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کا مسلک

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی مشہور تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

" ثم القائلون بهذا القول اختلفوا على قولين، الأول هو اختيار كثير من علماء الدين أنه لو طلقها اثنين أو ثلاثًا لا يقع إلا الواحدة و هذا القول هو الأقيس لأن النهي يدل على اشتمال المنهي عنه على مفسدة راجحة، والقول بالوقوع سعي في إدخال تلك المفسدة فى الوجود وأنه غير جائز فوجب أن يحكم بعدم الوقوع. " [61]

"بہت سے علمائے دین کا کہنا ہے کہ جو بیک وقت دو یا تین طلاقیں دیتا ہے تو وہ صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور یہی قول قیاس کے سب سے زیادہ موافق ہے، کیونکہ کسی چیز سے منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چیز کسی بڑے فساد اور خرابی پر مشتمل ہے اور وقوع طلاق کا قائل ہونا اس فساد اور خرابی کو وجود میں لانے کا سبب ہے اور یہ بات جائز نہیں، لہٰذا عدم وقوع کا حکم لگانا واجب ہے۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کا فتویٰ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور و معروف تفسیر مظہری میں "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" کے تحت لکھا ہے:

" فكان القياس أن لا يكون الطلقتين المجتمعتين معتبرة شرعا وإذا لم يكن الطلقتين معتبرة لم يكن الثلاث مجتمعة معتبرة بالطريق الأولى لوجودهما فيها مع زيادة ."

"قیاس کا اقتضا یہ ہے کہ دو طلاقیں مجموعی شرعاً معتبر نہ ہوں اور جب دو طلاقیں مجموعی معتبر نہ ہوں گی تو بیک وقت تین طلاقیں بطریق اولیٰ معتبر نہ ہوں گی، کیونکہ دو کا عدد تین کے اندر مع ایک زائد کے موجود ہے۔"

اس رائے کی وجہ انھوں نے اپنی تفسیر میں زیادہ وضاحت سے بیان کی ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے بندوں کو نکاح کرنے کا حکم چند شرائط کی پابندی کے ساتھ دیا ہے۔ ان میں ایک شرط یہ ہے کہ ایام عدت میں نکاح نہ ہو۔ پس جو شخص ایام عدت میں عورت سے نکاح کرے گا تو اس کا نکاح منعقد نہ ہوگا اور یہ نکاح ایسا ہوگا جیسے نکاح کیا ہی نہیں۔ اس طرح اگر کوئی شخص ایام منہی عنہ اور اوقات ممنوعہ میں طلاق دیتا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔ [62]

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

" وكره أيضًا جمع الطلقات الثلاث في طهر واحد ." [63]

"ایک ہی طہر میں تین طلاقوں کا جمع کرنا سخت ناپسندیدہ ہے۔"

اور یہ فعل شرعی حکمتوں اور مصالح کو باطل کرنے والا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تو دو طلاقوں کو بھی بدعت کہتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"أنه بدعة ولايباح إلا واحدة." [64]

"دو طلاق بھی بدعت ہے، صرف ایک مرتبہ میں ایک ہی مباح ہے۔"

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

« إِذْ قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا بِفَمٍ وَاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ » [75]

"کسی نے اگر ایک ہی جملے سے تین طلاقیں دیں تو وہ ایک ہی رہیں گی۔"

صحیح روایت میں حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے مروی ہے:

"وَاللهِ! مَا كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَجْعَلُهَا إِلَّا وَاحِدَةً." [76]

"بخدا! ابن عباس رضی اللہ عنہما اسے ایک ہی شمار کرتے تھے۔"

حدیثِ رکانہ بحوالہ مسند احمد

مسند احمد میں واقعہ موجود ہے کہ سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مراجعت کا اختیار دیا۔ [77]

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کا مسلک

مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ عمدۃ الرعایہ میں فرماتے ہیں:

" والقول الثاني أنه إذ طلق ثلاثًا تقع واحدة رجعية وهذا هو المنقول عن بعض الصحابة و به قال داوٗد الظاهري و اتباعه وهو أحد القولين لمالك و بعض أصحاب أحمد." [78]

"دوسرا قول یہ ہے کہ شوہر اگر تین طلاقیں دے دے تب بھی ایک رجعی پڑے گی اور یہ وہ قول ہے جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ داؤد ظاہری اور ان کے متبعین اسی کے قائل ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول یہی ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کے بعض اصحاب بھی اسی کے قائل ہیں۔"

ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہیں، فقہاء وائمۂ دین کا مسلک

علامہ عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں: "طاؤس، ابن اسحاق، حجاج بن ارطاۃ، نخعی، ابن مقاتل اور ظاہریہ رحمہم اللہ اس طرف گئے ہیں کہ اگر شوہر بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دے تو ایک واقع ہوگی۔"

یہ علماء اپنے وقت کے جلیل القدر فقیہ ہیں۔ ان علماء کا مقام و مرتبہ ملاحظہ فرمائیں، حضرت طاؤس رحمہ اللہ زبردست فقیہ ہیں۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ امام مغازی ہیں۔ حجاج بن ارطاۃ رحمہ اللہ کوفہ کے مشہور فقیہ ہیں۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاذ ہیں اور محمد بن مقاتل رازی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں۔

نیل الاوطار میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اور اہل علم کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ طلاق طلاق کے پیچھے واقع نہیں ہوتی اور ایسی صورت میں صرف ایک طلاق پڑتی ہے۔" [79]

قریب قریب انھی الفاظ کے ساتھ امام نووی شارح مسلم نے (ص ۴۷۸، ج: ۱ میں) یہی الفاظ نقل فرمائے ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

" هو اختيار كثير من علماء الدين." [80]

"یعنی یہی مسلک بہت سے علمائے دین کا پسندیدہ ہے۔"

امام طحاوی رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

" فذهب قوم أني أن الرجل إذ طلق امرأته ثلاثًا معًا وقعت عليها واحدة ."

امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی لفظ قوم سے کثیر افراد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (مولانا محفوظ الرحمن دیوبندی)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں تحریر کیا ہے:

" وهذه مسألة اجتهادية كانت على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولم يرو في الصحيح أنها رفعت إليه فقال فيها شيئا." (٨١)

مجلس واحد کی طلاقِ ثلاثہ کی احادیث کی اصل حقیقت

ہمارے احناف بھی مثلاً قہستانی رحمہ اللہ اور طحطاوی رحمہ اللہ درمختار میں لکھتے ہیں:

" إنه كان في الصدر الأول إذا أرسل الثلاث جملة لم يحكم إلا بوقوع واحدة." (٨٢)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ "اگر انھوں نے تین طلاقیں دی ہوتیں تو بیوی ان سے جدا ہو جاتی" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صحیح اور سنن کی حدیثوں میں یہ اضافہ مذکور نہیں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث "ألزمناه بدعته" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد میں اسماعیل بن امیہ ہیں جس کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے خود ضعیف اور متروک الحدیث کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تضعیف کی ہے۔ اس کے ایک راوی شعیب ہیں جو "لین الحدیث" ہیں اور ان پر کلام کیا گیا ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں جس میں بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی عائشہ کو تین طلاقیں دی تھیں، ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جس کو ابوزرعہ نے کذاب اور ابوحاتم نے منکر الحدیث کہا ہے۔ (٨٣)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تعزیری حکم کی اصل حقیقت

یہ بات کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ ایک بار دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی تصور ہوں گی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم نافذ کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا یوں ارشاد ہے، بلکہ فرمایا: « فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ » "کاش! ہم اس کو ان پر جاری کر دیں۔" ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے تھی اور امت کو اس مبغوض فعل سے باز رکھنے کے لیے تعزیری قدم اٹھایا گیا تھا۔ یہ تعزیری سزائیں زمانہ اور حالات کے بدلنے سے بدل جایا کرتی ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں زانی کی حد سو درے لگانا ہے، لیکن حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: « جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ » یعنی اسے سو درے لگائے جائیں اور ایک سال جلاوطن کر دیا جائے۔ جب چند آدمیوں کو جلاوطن کیا گیا تو وہ کفار کی صحبت سے متاثر ہو کر مرتد ہو گئے۔ علمائے احناف نے یہ کہہ کر جلاوطنی کی سزا کو ساقط کر دیا کہ یہ تعزیر ہے اور اب اسی سے بجائے اصلاح کے ارتداد کا دروازہ کھل گیا ہے، اس لیے اب یہ تعزیر ساقط کرنا ضروری ہے۔

علامہ ابن رشد قرطبی رحمہ اللہ کا مسلک

علامہ ابن رشد قرطبی رحمہ اللہ بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں:

"ولكن تبطل بذلك الرخصة الشرعية والرفق المقصود في ذلك أعني في قوله تعالى: ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ (٨٣)

یعنی اگر تین طلاقوں کو طلاق مغلظہ مان لیا جائے تو اس سے خدائے پاک کی وہ رحمت و شفقت اور وہ رخصت بھی ختم ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے: ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے الگ الگ طلاق دینے کی مصلحت یہ بتائی ہے کہ شاید تمھارے دل مل جائیں اور تمھیں اس پر ندامت ہو، لہٰذا پھر ملنے کی کوئی شکل باقی رہنی چاہیے۔

اب اگر ایک لحظہ میں ادا کی گئی طلاق کو بھی تین مرتبہ کی طلاق کا درجہ دے دیا جائے تو یہ رخصت باطل ہو جاتی ہے۔ یعنی اللہ کی رخصت اس کی رحمت سے زیادہ قریب ہے۔

فقہ حنفی میں عرف و مصلحت اور حالات کو مدنظر رکھا گیا ہے

عرف و مصلحت اور حالات کی جتنی رعایت فقہ حنفی میں ملحوظ رکھی گئی ہے دوسرے مذاہب میں اس قدر وسعت نہیں پائی جاتی۔ ہمارے فقہاء ان احکام کو جن میں مصالح عامہ کے پیش نظر حکم لگایا گیا ہے ''استحسان'' کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسلام میں " اَلدِّیْنُ یُسْرٌ " کے تحت لوگوں کے حالات، زمانہ، عرف اور مصلحتِ زمانہ کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

" واعلم أن المسائل الفقه أما أن تكون ثابتة بصريح النص وهي الفصل الأول و أما أن تكون ثابتة بضرب اجتهاد ورأى كثير منها ما يبين المجتهد على ما كان في عرف زمانه بحيث لو كان في زمان الصرف الحارث لقال بخلاف ما قاله أولا، ولهذا قالوا في شروط الاجتهاد وأنه لا بد فيه من معروفة علوات الناس فكثير من الأحكام إلى قوله بأنه لوكان في زمنهم لقال بما قالوا به." (۸۵)

''یہ بات واضح رہے کہ کچھ مسائل تو ایسے ہیں جو صریح نص سے ثابت ہیں، انھیں ہم نے فصل اول میں بیان کیا ہے اور کچھ مسائل وہ ہیں جو رائے اور اجتہاد سے ثابت ہیں، ان کا حال تو یہ ہے کہ بہت سے مسائل تو مجتہد نے اپنے دور اور رواج کے اعتبار سے قائم کیے، حالانکہ وہی مجتہدین اگر اس زمانے میں ہوتے تو اپنے قول کے خلاف فتویٰ دیتے، اس لیے اجتہاد کی شرائط میں سے ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ مجتہد رسم و رواج اور مصلحت وقت کا نباض ہو، کیونکہ اکثر احکام اختلاف زمانہ سے متغیر ہو جاتے ہیں۔''

بہت سے مسائل میں احناف نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال کو ترک کر کے دوسرے ائمہ کے اقوال پر فتویٰ دیا ہے۔ مثلاً وہ عورت جس کا شوہر لاپتا ہو تو اس میں امام مالک رحمہ اللہ

کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے کہ چار سال تلاش و جستجو اور انتظار کے بعد نکاح فسخ کر دیا جائے اور اس عورت کو شادی کی اجازت دی جائے۔ اب تو اس دور جدید میں جہاں ہر طرح آمد و رفت اور فون و موبائل کا زمانہ ہو تو اس میں مزید گنجائش موجود ہے۔

ماءِ مستعمل کو امام صاحب نجاستِ غلیظہ قرار دیتے ہیں اور امام محمد رحمہ اللہ طاہر غیر مطہر کہتے ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ہدایہ جلد اول صفحہ (۱۱۴) پر یہ عبارت ملی گی:

"ولو كان الإمام انتقل إلى آية أخرىٰ تفسد صلاة الفاتح و تفسد صلاة الإمام لو أخذ بقوله."

''اگر امام نماز میں بھول گیا اور بھولنے کے بعد دوسری آیت شروع کر دی، اب کسی نے لقمہ دیا اور امام نے لے لیا تو امام و مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔''

مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''یہ عام مشائخ کے خلاف ہے، جیسا کہ صاحبِ محیط نے ذکر کیا ہے۔'' آگے کہتے ہیں:

" والصحيح أنه لا تفسد صلاة المقتدي ولا صلاة الإمام." ''صحیح بات یہ ہے کہ اس سے نہ مقتدی کی نماز فاسد ہوگی اور نہ ہی امام کی، سب کی نماز ہو جائے گی۔''

مولانا محفوظ الرحمٰن قاسمی دیوبندی اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قدیم فقہاء کے نزدیک وصی کو یتیم کے مال میں مضاربت کا حق حاصل تھا مگر متاخرین اس کو ناجائز بتلاتے ہیں۔ (۸۶)

فقہ حنفی میں بہت توسیع ہے۔ فقہ حنفی صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال و آراء کا نام نہیں بلکہ بوقت ضرورت دیگر فقہاء و ائمہ کے اقوال پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے اور کیا بھی گیا ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے متعلق ''البرازیہ'' میں ہے کہ آپ نے جمعہ کے روز حمام میں غسل کیا اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ نماز پڑھ کر جب لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو آپ کو اطلاع دی گئی کہ حمام کے کنوئیں میں ایک مرا ہوا چوہا موجود ہے۔ امام موصوف نے یہ سن کر

فرمایا: تو پھر اس وقت ہم اپنے مدنی بھائیوں یعنی مالکیوں کے مسلک پر عمل کرتے ہیں کہ جب پانی دو قلہ کی مقدار میں ہو تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ اس کا حکم ماءِ کثیر کا ہوتا ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک پچھنے لگوانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ پچھنے اور نکسیر کو ناقض وضو مانتے تھے، لیکن جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے جس نے بدن سے خون نکلنے کے بعد پھر سے وضو نہ کیا ہو؟ تو آپ نے جواب دیا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ اور سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے پیچھے میں نماز نہ پڑھوں جن کے نزدیک یہ چیزیں نواقض وضو میں سے نہیں ہیں؟

امام شافعی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقبرے کے قریب فجر کی نماز پڑھی تو محض ان کے لحاظ اور ادب سے دعائے قنوت کو ترک کر دیا اور فرمایا: بسا اوقات ہم اہل عراق کے مسلک پر بھی عمل کرتے ہیں۔

اسی اسوۂ حسنہ اور اسی طریق و خیال پر ہم نے ہر مذہب کے قدیم و جدید علماء و محققین کو پایا اور تمام ائمۂ مذاہب نے اپنے پیروکاروں کو اسی کی وصیت فرمائی ہے۔ ''المواقیت و الجواہر'' میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جب کوئی فتویٰ دیا کرتے تو کہتے:

''یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے، یعنی میری رائے ہے، جسے ہم نے اپنے علم و فہم میں بہتر سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ اگر کوئی اس سے بہتر اور احسن رائے پیش کرے تو پھر ہماری رائے کے مقابلے میں اس کی رائے صائب اور حق سے زیادہ قریب ہوگی۔''

امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''ہر شخص کے قول دو قسم کے ہوتے ہیں، کچھ لے لینے کے قابل اور کچھ رد کر دینے کے قابل۔ صرف ایک ذات اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات معصوم ہے۔''

امام حاکم اور امام بیہقی رحمہما اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے، وہ فرمایا کرتے تھے:

''جب کوئی حدیث پایۂ صحت کو پہنچ جائے تو اسی کو میرا مذہب سمجھو۔''

ایک دوسری روایت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول منقول ہے کہ جب تم یہ دیکھو کہ میرا قول حدیث نبوی ﷺ کی مخالفت کر رہا ہے تو احادیث پر عمل کرو اور میرا قول دیوار پر دے مارو۔ ایک روز امام مزنی سے آپ نے فرمایا کہ ابراہیم! میری ہر بات کی تقلید نہ کرو، بلکہ بذات خود اس میں غور کر لیا کرو، کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے۔

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی کی رائے کو کوئی وقعت حاصل نہیں، تم میری اور کسی اور امام کی تقلید نہ کرو۔ انھوں نے کتاب و سنت سے احکام دین کی معرفت حاصل کی ہے، تم بھی حاصل کرو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ضروری سمجھتے تھے کہ عوام علماء کی اطاعت و اتباع کریں، لیکن اس کو پیغمبر کی طرح معصوم عن الخطا نہ سمجھیں۔ آپ ائمہ کی جلالت و منزلت اور علمی وسعت کے باوجود ان پر اس قدر حسن ظن نہیں فرماتے تھے جس سے صحیح حدیث کو نظر انداز کرنے کی نوبت آ جائے۔ جس کی وضاحت آپ اس طرح فرماتے ہیں:

"خضتم كالخصوص في استحصانات الفقهاء من قبلكم، أن الحكم ما حكمه الله و رسوله و رب إنسان منكم يبلغه حديث من أحاديث نبيكم صلى الله عليه وسلم فلا يعمل به و يقول إنما العمل بمذهب فلان لا على الحديث ." [86]

''تمھاری توجہ پوری طرح فقہاء کے استحصانات اور تفریعات کی طرف ہے اور تم نہیں جانتے کہ درحقیقت حکم تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے رسول ﷺ کا اور تم میں سے بہت سے لوگوں کو آں حضرت ﷺ کی حدیث پہنچ جاتی ہے لیکن وہ اسے اس لیے قابل عمل نہیں سمجھتے کہ اس کا عمل فلاں مذہب پر ہے۔''

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں اعز بن

عبدالسلام رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

" ومن العجب العجيب أن الفقهاء المقلدين يقف أحدهم على ضعف مأخذ إمامه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا و هو مع ذلك يقلده فيه ويترك من شهد الكتاب و السنة والأقيسة الصحيحة لمذهبهم جمودا على تقليد إمامه بل يتخيل لدفع ظاهر الكتاب والسنة ويتأولها بالتأويلات البعيدة الباطلة نضالا عن مقلده، وقال لم يزال الناس يسئلون من اتفق من العلماء من غير تقييد لمذهب ولا إنكار على أحد من السائلين إلى أن ظهرت هذه المذاهب ومتعصبوها من المقلدين ، فإن أحدهم يتبع إمامه بعد مذهبه عن الأدلة مقلدا له فيما قال كأنه نبيا أرسل ." [٨٨]

''تعجب ہے کہ فقہاء مقلدین کو اپنے امام کے ماخذ کا ضعف بھی معلوم ہو جاتا ہے اور اس کی مدافعت بھی نہیں کر سکتے اس کے باوجود اس کی تقلید کرتے ہیں اور ظاہر کتاب وسنت اور قیاس صحیح کو ترک کر دیتے ہیں۔ کتاب وسنت کو ٹالنے کے لیے بہانے بناتے ہیں، تاکہ اپنے امام کو بچا سکیں۔ لوگ ہمیشہ حسب اتفاق علماء سے دریافت کرتے رہے یہاں تک کہ مروجہ مذاہب اور متعصب لوگ پیدا ہو گئے جو امام کو پیغمبر کی طرح سمجھتے ہیں۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف ''تفہیماتِ الٰہیہ'' میں اس کی مزید وضاحت یوں فرماتے ہیں:

" وترى العامة سيما اليوم في كل قطعة يتقيدون بمذهب من مذاهب المتقدمين يرون خروج الإنسان من مذهب من قلده ولو في مسئلة كالخروج من الملة كأنه نبي بعث إليه و افترضت

طاعة عليه وكان أوائل الأمة قبل المأة الرابعة غير متقدمين بمذهب واحد ." [٨٩]

''ہر علاقے کے عوام مروجہ مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے ہیں، اسے ترک کرنا ارتداد کے برابر سمجھتے ہیں، گویا امام ان کا نبی ہے، اس کی اطاعت ان پر فرض ہے۔ چوتھی صدی سے پہلے یہ کیفیت نہ تھی۔ آپ کے نزدیک حق تفقہ اور ظاہریت کے بین بین ہے۔''

میں آخر میں مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا فرمان نقل کرتا ہوں جو علمائے کرام کے لیے دعوت فکر ہے۔

عمر ضائع کر دی، مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

میاں! مزاج کیا پوچھتے ہو عمر ضائع کر دی۔ (مولانا سید انور شاہ رحمہ اللہ)

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت غم زدہ بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا: ''مزاج کیسا ہے؟'' انھوں نے کہا: ''مزاج کیا پوچھتے ہو، عمر ضائع کر دی......'' میں نے عرض کی: ''حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں اور دین کی اشاعت میں گزری ہے، ہزاروں آپ کے شاگرد عالم ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمت دین میں لگے ہوئے ہیں، آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو کس کی عمر کام میں لگی؟'' حضرت نے فرمایا: ''ہماری عمروں کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کوششوں کا خلاصہ یہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پر حنفی مسلک کی ترجیح قائم کریں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں۔ یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا، تقریروں کا اور علمی زندگی کا...... اب غور کرتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی۔'' پھر فرمایا: ''ارے میاں! اس بات کا کہ کون سا مسلک صحیح تھا اور کون سا خطا پر، اس کا راز تو کہیں حشر میں بھی نہیں کھلے گا اور نہ دنیا میں اس کا فیصلہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی قبر

میں منکر نکیر پوچھیں گے کہ ’’رفع الیدین‘‘ حق تھا ’’ترک رفع الیدین‘‘ حق تھا، (نماز میں ’’آمین‘‘ زور سے کہنا حق تھا یا آہستہ کہنا حق تھا۔ برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔ روز محشر اللہ تعالیٰ نہ امام شافعی رحمہ اللہ کو رسوا کرے گا، نہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو، نہ امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کو...... اور نہ میدان حشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے گا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صحیح کہا تھا یا امام شافعی رحمہ اللہ نے غلط کہا تھا، ایسا نہیں ہوگا۔ تو جس چیز نے دنیا میں کہیں نکھرنا ہے، نہ برزخ میں، نہ محشر میں، اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے عمر ضائع کر دی اور جو ’’صحیح اسلام‘‘ کی دعوت تھی، جو سب کے نزدیک مجمع علیہ تھا اور وہ مسائل جو سبھی کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیائے کرام علیہم السلام لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہم کو حکم دیا گیا تھا، وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج اس کی دعوت ہی نہیں دی جا رہی۔ یہ ضروریات دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے اور اغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا وہ پھیل رہے ہیں۔ گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آ رہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آ رہی ہے، حلال و حرام کا امتیاز اٹھ رہا ہے، لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فروعی بحثوں میں۔ اس لیے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی۔‘‘[90]

ان احادیث کی اصل حقیقت جن سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو طلاق مغلظہ مانا جاتا ہے

اب ان احادیث کی اصل حقیقت کو بیان کیا جائے گا جن سے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے طلاق مغلظہ و بائنہ ہونے کے حق میں استدلال کیا جاتا ہے۔ ان کا مدلل جواب ملاحظہ فرمائیں:

① سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے لعان کے بعد کہا:

« كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنْ أَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَّأْمُرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »[91]

’’اے اللہ کے رسول! اگر اب بھی میں اسے اپنے پاس رکھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس پر جھوٹ بولا ہے۔‘‘ چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔‘‘

یہ حدیث صحیح بخاری اور دوسری کتب احادیث میں ہے اور سب میں یہ بات مشترک ہے کہ عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کو منع نہیں فرمایا، اس لیے مجلس واحد کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مسلّم ہے کہ عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے

درمیان تفریق لعان کی بنیاد پر ہوئی نہ کہ طلاق کی بنیاد پر، اس لیے طلاق ایک ہو یا تین سب بے ضرورت تھیں۔

سید علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فیض الباری میں اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" أولًا : فإن التطابق بين الحكايةِ والمَحكى عنه في الصّفة أيضًا ليس بضروريّ، يمكن أن طَلّقها في الخارج متفرّقًا، و عبّر عنه الراوي ثلاثًا، أخذًا بالحاصل، ولا بُعْد فيه." [92]

''اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ صورت واقعہ اور اس کے بیان کے درمیان صفت واقعہ میں مطابقت ضروری نہیں ہے، یہ ہوسکتا ہے کہ عجلانی (رضی اللہ عنہ) نے تین طلاقیں الگ الگ دی ہوں اور راوی نے بطور حاصل کے انھیں تین (۳) کہہ دیا ہو اور اس میں کوئی بعد نہیں ہے۔''

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے اس جواب سے بہت سی متعلقہ احادیث کو صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے ...... یہ حدیث اگر حجت بن سکتی ہے تو صرف اس امر کی کہ ایک مجلس میں تین طلاق غیر مشروع اور بدعت نہیں ہے، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ جمہور اس کے برعکس ایک مجلس میں تین طلاقوں کو غیر مشروع اور بدعت قرار دیتے ہیں۔ [93]

علاوہ ازیں اس حدیث سے استدلال درست نہیں، کیونکہ جب عویمر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے خلاف زنا کا الزام لگاتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور لعان کی آیت نازل ہوئی، جب لعان ہو چکا تو قبل اس کے کہ حضور ﷺ ان کی تفریق کا حکم صادر فرماتے، اس وقت عویمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں دے دیں۔

یہ سوال کہ عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کو ٹوکا کیوں نہیں؟ علامہ سرخسی رحمہ اللہ ''المبسوط'' میں اس کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" إنما ترك الإنكار على العجلاني في ذلك الوقت شفقة عليه لعلمه أنه لشدة الغضب ربما لا يقبل قوله فيكفر فأخر الإنكار إلى وقت آخر و أنكر عليه في قوله "اذهب فلا سبيل لك عليها" أوكراهة إيقاع الثلاث لما فيه من سد باب التلافي من غير حاجة وذلك غير موجود في حق العجلاني لأن باب التلافي بين المتلاعنين منسدٌّ ما داما مصرَّين على اللعان و العجلاني كان مصرًا على اللّعان ." [94]

''رسول اللہ ﷺ نے اس وقت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کو ٹوکا نہیں، یہ بات شفقت کی بنا پر تھی، کیونکہ شدت غضب کی بنا پر وہ آپ ﷺ کی بات شاید قبول نہ کر پاتے اور کافر ہو جاتے۔ اس لیے حضور ﷺ نے دوسرے مناسب وقت کے لیے ٹوکنے کو مؤخر کر دیا اور اتنا فرما دیا کہ تجھے اس پر اب کوئی اختیار نہیں ہے۔ یا یہ بات کہ تین طلاقیں ایک ساتھ دینا اس لیے مکروہ ہے کہ تلافی کا دروازہ بلا ضرورت بند ہوتا ہے اور عجلانی رضی اللہ عنہ کے کیس میں یہ بات موجود نہیں ہے، کیونکہ لعان کرنے والا جب لعان پر مصر ہو تو تلافی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور عجلانی رضی اللہ عنہ لعان پر مصر تھے۔''

سیدنا عویمر رضی اللہ عنہ نے جو تین طلاقیں دیں وہ محض تاکید وتوثیق کے لیے تھیں، ورنہ لعان میں اس کے بغیر ہی تفریق ہو جاتی ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس پر نکیر کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ ''المغنی'' میں تحریر فرماتے ہیں:

"وأما حديث المتلاعنين فغير لازم، لأن الفرقة لم تقع بالطلاق، فإنها وقعت بمجرد لعانهما ." [95]

''رہی لعان والی حدیث تو اس سے لازم نہیں آتا، کیونکہ جدائی طلاق سے نہیں ہوئی بلکہ مجرد لعان سے ہوئی (لہٰذا یہ جواز بھی صحیح نہیں ہے)۔''

علامہ جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب صرف لعان سے ان کا نکاح ٹوٹ چکا تھا تو اب اگر وہ طلاق دے رہے تھے تو وہ لغو اور بے اثر تھی، اس لیے نبی کریم ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا۔''

② محمود بن لبید بیان کرتے ہیں:

« أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ أَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ حَتَّى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَلَا أَقْتُلُهُ؟ » [96]

« وَ فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ وَ أَمْضَاهُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَرُدَّهُ »

''رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں، تو آپ ﷺ غصے کی حالت میں کھڑے ہوئے، پھر فرمایا: ''کیا اللہ کی کتاب سے کھیل کھیلا جا رہا ہے جبکہ میں ابھی تمھارے درمیان موجود ہوں!؟'' ایک آدمی نے اٹھ کر کہا: ''اے اللہ کے رسول! کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟'' اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے تینوں طلاقیں جاری کر دیں، انھیں لوٹایا نہیں۔''

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ '' وَ أَمْضَاهُ عَلَيْهِ وَلَمْ يَرُدَّهُ '' یہ حصہ ثابت نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد '' أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ '' ''کیا کتاب اللہ سے کھیلا جائے گا'' واضح کرتا ہے کہ یک وقت تین طلاقیں دینا کتاب اللہ سے کھیلنا ہے، لہٰذا یہ بات کس طرح وضاحت کرتی ہے!؟ اس حدیث میں تین طلاقوں پر آپ ﷺ کے غصے ہونے کا ذکر ہے لیکن ان کے وقوع کی اس میں صراحت نہیں ہے۔ مزید برآں محمود بن لبید عہدِ نبوی میں پیدا ضرور ہوئے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔

علاوہ ازیں ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔ [97]

قرآن کریم میں ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ'' والی آیات میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ تیسری طلاق جسے مغلظہ قرار دیا گیا ہے وہ کوئی ایسی طلاق نہیں ہے جس سے پہلے رجوع کا حق ساقط کر دیا گیا ہو۔ مذکورہ آیات میں فرمایا گیا ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے، اس کے بعد خلع کا ذکر ہے جو فسخ نکاح ہے، اس کے بعد فائے تعقیب کے ساتھ تیسری طلاق کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ اس آیت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ طلاق مغلظہ سے پہلے عورت کے لیے خلع کا موقع اور مرد کے لیے دو مرتبہ کی طلاقوں کے بعد بھی رجوع کا موقع باقی رکھا گیا ہے۔ ایک ہی سانس میں تین طلاقیں دینے سے قرآن کی بیان کردہ تیسری طلاق کا حکم اس پر کس طرح چسپاں ہوگا؟ یہ فائے تعقیب واضح طور پر اشارہ کر رہی ہے کہ یک وقت زبان سے تین طلاق کے الفاظ ادا کرنے والے کی تین طلاقوں کو نافذ کر دینے کے بعد تیسری طلاق وہ طلاق ہے جو دو رجعی طلاقوں کے بعد دی جائے۔ اس تیسری طلاق سے پہلے خلع کا موقع بھی حاصل ہے۔

یک وقت کی تین طلاقوں کو تین ماننے سے خدائے پاک کی وہ رحمت و شفقت اور وہ رخصت بھی ختم ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے: ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ شاید تمھارے دل مل جائیں اور تمھیں اس پر ندامت ہو اور پھر سے آپس میں مل جانے کی کوئی صورت پیدا ہو۔ جبکہ یک وقت تین طلاقوں کو تین کا درجہ دیا جائے تو یہ رخصت باطل ہو جاتی ہے جو کہ قرآن مجید کے اس حکم کے صریح خلاف ہے۔

③ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا طَلَّقَ الْبَتَّةَ فَغَضِبَ وَقَالَ تَتَّخِذُوْنَ آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا أَوْ دِيْنَ اللّٰهِ هُزُوًا وَلَعِبًا، مَنْ طَلَّقَ الْبَتَّةَ أَلْزَمْنَاهُ ثَلَاثًا لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ» [98]

''نبی کریم ﷺ نے سنا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی ہے تو

آپ ﷺ غصے ہوئے اور فرمایا: ''تم اللہ کی آیات کو مذاق اور کھیل بناتے ہو!؟ جو شخص بھی طلاق بتہ دے گا ہم اس پر تین طلاقیں لازم کر دیں گے اور اس کی عورت اس کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے۔''

جواب اس روایت کے ایک راوی کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن ابو امیہ کوفی ضعیف اور متروک الحدیث ہے، وہ جھوٹی حدیثیں گھڑتا ہے۔
اس روایت کے ایک اور راوی عثمان بن مطر کے بارے میں ابن معین نے کہا: اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ ابن حبان نے کہا: ثقہ لوگوں سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے۔
ایک اور راوی عبدالغفور کے بارے میں علامہ محمد طاہر نے کہا حدیثیں گھڑتا ہے۔ اس روایت کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی سند میں ضعف اور مجہول راوی ہیں۔

④ درج ذیل حدیث سے بھی بیک وقت تین طلاقوں کے طلاق مغلظہ بائنہ ہونے کا ثبوت دیا جاتا ہے، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« طلق جدي امرأة له ألف تطليقة فانطلق أبي إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم فذكر ذلك له فقال النبي صلى الله عليه و سلم أما اتقى الله جدك أما ثلاث فله وأما تسع مائة وسبعة وتسعون فعدوان وظلم إن شاء الله تعالى عذبه و إن شاء غفر له »[99]

''میرے دادا نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیں تو میرے والد محترم حضور ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے دادا کے اس فعل کا ذکر کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے دادا نے اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں کیا، تین طلاقوں کا تو انھیں حق تھا، باقی رہیں نوسو ستانویں تو وہ ظلم و عدوان ہیں، اللہ چاہے گا تو اسے عذاب دے گا اور چاہے گا تو معاف فرما دے گا۔''

جواب مندرجہ بالا روایت سنداً بے حد ضعیف ہے، اس کے کچھ راوی ضعیف ہیں اور کچھ

مجہول، پھر یہ روایت درایتاً بھی غلط ہے، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے والد کے اسلام لانے کے بارے میں بھی کوئی روایت موجود نہیں ہے، چہ جائیکہ ان کے دادا نے اسلام پایا ہو اور حالتِ اسلام میں طلاق دی ہو۔[100]
یحییٰ بن العلاء کے متعلق ابو حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ راوی قوی نہیں ہے، ابن معین رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے متروک الحدیث لکھا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کذاب اور وضع الحدیث کہا ہے۔ علاوہ ازیں ابراہیم بن عبید اللہ مجہول ہے۔ (میزان الاعتدال)

⑤ درج ذیل حدیث بھی اس مسئلہ میں پیش کی جاتی ہے، سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

« طَلَّقَنِيْ زَوْجِيْ ثَلَاثًا، فَلَمْ يَجْعَلْ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكْنٰى، وَلَا نَفَقَةً »[101]

''میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے شوہر کے ذمے نہ جائے رہائش رکھی اور نہ نفقہ۔''

اس حدیث سے یہ جواز ثابت کیا گیا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے طلاق مغلظہ بائنہ ہو جاتی ہے، کیونکہ طلاق رجعی میں تو بالاتفاق وہ نفقہ کی مستحق ہوتی ہیں۔

جواب صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت کو قبول نہیں کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو سن کر فرمایا:

« لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ، لَا نَدْرِيْ لَعَلَّهَا حَفِظَتْ، أَوْ نَسِيَتْ، لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ﴾ »[102]

''ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بنا پر نہیں

چھوڑیں گے، ہمیں نہیں معلوم کہ اس عورت کو صحیح بات یاد ہے یا وہ بھول گئی۔ مطلقہ کو جائے رہائش اور نفقہ دونوں ملیں گے، کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ''انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کھلا بے حیائی کا کام کریں۔''

ویسے بھی اس حدیث سے یہ ثابت کرنا کہ بیک وقت تین طلاقیں تین شمار ہوں گی غلط ہے، کیوں کہ اس حدیث کی دوسری روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ یہ تین طلاقیں مختلف اوقات میں دی گئی تھیں۔ صحیح مسلم میں اس کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے، ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ، أَخْبَرَتْهُ أَنَّها كَانَتْ تَحْتَ أَبِي عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ » [103]

''فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ وہ ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ کی زوجیت میں تھیں تو انھوں نے تین طلاقوں میں سے آخری طلاق دی۔''

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں اس کی مزید صراحت موجود ہے، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے:

« أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ ، خَرَجَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِلَى الْيَمَنِ، فَأَرْسَلَ إِلَى امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ بِتَطْلِيقَةٍ كَانَتْ بَقِيَتْ مِنْ طَلَاقِهَا » [104]

''ابوعمرو بن حفص بن مغیرہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی طرف گئے تو انھوں نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو وہ طلاق بھیج دی جو ان کی طلاقوں میں سے بچ گئی تھی۔''

اس حدیث میں " فَأَرْسَلَ إِلَى امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ بِتَطْلِيقَةٍ كَانَتْ بَقِيَتْ مِنْ طَلَاقِهَا" کے الفاظ صریح ہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ نہیں دی تھیں، لہٰذا

مسئلہ زیر بحث سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(6) حدیث رکانہ رضی اللہ عنہ بھی مسئلہ زیر بحث میں پیش کی جاتی ہے جس کی وضاحت یوں ہے کہ عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا (رکانہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں:

« أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا أَرَدْتَ؟ قَالَ وَاحِدَةً، قَالَ آللَّهِ؟ قَالَ آللَّهِ، قَالَ هُوَ عَلَى مَا أَرَدْتَ » [105]

''انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمھاری نیت کیا تھی؟'' کہا: ''ایک کی۔'' فرمایا: ''اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہو؟'' کہا: ''اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو جیسی تمھاری نیت تھی ویسی ہی طلاق ہوگی۔''

کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث بھی ایک مجلس میں تین طلاقوں کے طلاق مغلظہ بائنہ ہونے کے حق میں صریح ہے۔

جواب امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے ''کتاب العلل'' میں امام احمد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حدیث رکانہ " لَيْسَ بِشَيْءٍ " یعنی رکانہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت خلال رحمہ اللہ نے ''کتاب العلل'' میں اثرم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابوعبداللہ سے رکانہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیثِ بتہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اسے ضعیف قرار دیا۔ اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے حدیثِ بتہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ وہ مضطرب ہے، کیونکہ اس میں کبھی " ثلاثًا " آتا ہے اور کبھی " وَاحِدَةً " حافظ منذری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے۔ وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ

امام احمد رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی فرماتے ہیں: "إن طرقه ضعيفة" (اس روایت کے طرق ضعیف ہیں)۔ پھر اس حدیث کی سند میں زبیر بن سعید ہاشمی بھی ہے جسے بہت سے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مختصر یہ کہ ابو داود والی حدیث، حدیثِ بتہ مضطرب بھی ہے اور ضعیف بھی، اس لیے قابل استدلال نہیں ہے۔[۱۰۶]

وہ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ رکانہ رضی اللہ عنہ کوئی چیز نہیں اور علتِ حدیث جاننے والے ائمہ نے کہا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں۔

(۷) مسئلہ زیر بحث میں حضرت رفاعہ القرظی رضی اللہ عنہ والی حدیث پیش کی جاتی ہے جس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

« أَخْبَرَتْهُ أَنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ جَاءَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِيْ، وَإِنِّيْ نَكَحْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيْرِ الْقُرَظِيَّ، وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ الْهُدْبَةِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّكِ تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ إِلَى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتَّى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ »[۱۰۷]

"رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: "اے اللہ کے رسول! رفاعہ (رضی اللہ عنہ) نے مجھے طلاق دی ہے، وہ بھی ایسی جس سے ہمارے تعلقات ختم ہوگئے ہیں۔ میں نے اس کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کرلیا ہے، اس کے پاس تو کپڑے کے پھندنے کی طرح ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شاید تم رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہو؟ لیکن اب تو اس کے پاس نہیں جاسکتی، تاآنکہ وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے اور تو اس سے لطف اندوز نہ ہوجائے۔"

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاقِ بتہ

دی تھی، جسے تین طلاقیں قرار دیا گیا، لہٰذا سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ان پر حرام ہوگئی۔

جواب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں اس استدلال کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح بخاری کتاب الادب میں اس طرح ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

« أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَبَتَّ طَلَاقَهَا، فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيْرِ، فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ، فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيْرِ »

"رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور وہ طلاق فیصلہ کن تھی۔ طلاق کے بعد اس عورت سے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ نے نکاح کرلیا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: "اے اللہ کے رسول! میں رفاعہ قرظی (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں تھی، انھوں نے مجھے تین طلاقوں میں سے آخری طلاق بھی دے دی، پھر مجھ سے عبدالرحمٰن بن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے نکاح کرلیا۔"

اور کہتی ہیں: "لیکن اللہ کی قسم! اس کے پاس تو اس پھندنے کی طرح ہے۔" اس نے اپنی چادر کا پلو پکڑ کر بتایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور سعید بن عاص کے بیٹے حجرے کے صحن میں بیٹھے تھے، تاکہ انھیں اندر آنے کی اجازت دی جائے۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آواز دی: "اے ابوبکر! تم اس عورت کو روکتے نہیں ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کس طرح بے باک ہوکر باتیں کر رہی ہے؟" لیکن رسول اللہ ﷺ یہ باتیں سن کر تبسم کے علاوہ کچھ نہ کرتے تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "غالباً تو رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہے، لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تو اس کا مزہ

نہ چکھ لے اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے۔" [108]

اس روایت میں پہلے " فَبَتَّ طَلَاقَهَا " (یعنی طلاق بتہ دی) کہا، پھر اس کی تشریح "فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ" سے کی ہے کہ اسے آخری تیسری طلاق دے دی۔ لہٰذا اصل حقیقت واضح ہوگئی کہ تین طلاقیں بیک وقت نہیں تھیں بلکہ تین طلاقوں میں سے آخری طلاق دی تھی۔ لہٰذا ان کا یہ استدلال درست نہیں۔ "فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ " (مسلم) اس نے اس کو تین طلاقوں میں سے آخری طلاق دی، یعنی تین طلاقوں میں سے آخری طلاق رہ گئی تھی وہ بھی دے دی۔ دوسری روایت بھی رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دوسری اسناد کے ساتھ بیان ہوئی ہے، اس میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں:

« إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ » [109]

اس حدیث میں جب مجلس واحد کی تین طلاقوں کی صراحت موجود ہے تو اس سے اس کے واقع ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ [110]

⑧ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے طلاق مغلظہ بائنہ ہونے پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

« أَيُّمَا رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا عِنْدَ الْأَقْرَاءِ أَوْ ثَلَاثًا مُبْهَمَةً لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ » [111]

"جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں تین طہروں میں دیں یا تین مبہم طلاقیں دیں تو اس کے لیے وہ عورت حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے۔"

(جواب) اس روایت کی سند کے ایک نہیں متعدد راوی ضعیف ہیں۔ علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو دو سندوں سے ذکر کیا ہے۔ ان کے رجال کے متعلق علمائے جرح و تعدیل کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

محمد بن حميد الرازي : قال البخاري فيه نظر و كذبه أبو زرعة وعن الكوسج قال أشهد أنه كذاب ، قال صالح جزرة ما رأيت أجرأ على الله منه، كان يأخذ أحاديث الناس فيقلب بعضه على بعض . [112]

سلمة بن الفضل القرشي : قال أبو حاتم منكر الحديث و قال أبو زرعة لا أعرفه . [ميزان الاعتدال] قال علي خرجنا من الري حتى رمينا بحديثه . [تهذيب التهذيب لابن حجر]

⑨ بیک وقت طلاق ثلاثہ کو طلاق مغلظہ بائنہ قرار دینے کے حوالے سے یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَفَرَأَيْتَ لَوْ أَنِّيْ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا كَانَ يَحِلُّ لِيْ أَنْ أُرَاجِعَهَا؟ قَالَ كَانَتْ تَبِيْنُ مِنْكَ وَتَكُوْنُ مَعْصِيَةً » [113]

"میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر میں تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لیے مراجعت حلال ہوتی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، وہ تم سے جدا ہو جاتی اور تمھارا تین طلاقیں بیک وقت دینا گناہ ہوتا۔"

(جواب) حدیث کا آخری حصہ جس سے بیک وقت تین طلاقوں کا طلاق مغلظہ بائنہ کا استدلال کیا جاتا ہے یہ حصہ سب روایتوں میں نہیں ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس ٹکڑے کے راوی صرف شعیب ہیں اور ان کے ثقہ ہونے میں محدثین نے کلام کیا ہے۔ تفسیر قرطبی میں اس کے برعکس یہ روایت موجود ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور یہ تین طلاقیں ایک طلاق شمار ہوئی۔ [114]

مزید برآں اس حدیث کی سند میں عطاء خراسانی بھی ہے جسے امام بخاری، شعبہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے اسے جھوٹا بتایا ہے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں یہ روایت اس طرح ہے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

« أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ، وَ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ » [115]

”انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دے دی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”عبداللہ سے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے، پھر اسے اپنے نکاح میں باقی رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر اسے حیض آئے، پھر اس سے پاک ہو جائے۔ پھر اس کے بعد اگر چاہے تو اسے روک رکھے اور اگر چاہے تو ملاپ کیے بغیر اسے طلاق دے دے۔ یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے عورتوں کو طلاق دی جائے۔“

یہ روایت بخاری و مسلم کی ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے ”باب تحریم طلاق الحائض“ میں بیان کیا ہے، لیکن اس میں کہیں بھی تین طلاقوں کا ذکر نہیں ہے۔

صحیح طرق سے یہ حدیث جہاں کہیں روایت کی گئی ہے اس میں یہ اضافہ نہیں ہے، یعنی یہ مرفوع حدیث کا جز نہیں ہے، لہٰذا اس سے طلاق ثلاثہ پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ بیان ایک سوال کے جواب میں موجود ہے نہ کہ یہ مرفوع حدیث کا جز ہے۔

(۱۰) اس حدیث کو بھی مجلس واحد کی تین طلاقوں کے استدلال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ، طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِيْ أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ أَنَاةٌ، فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ، فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ » [116]

”رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو برسوں میں تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جس معاملے میں لوگوں کو غور و فکر کرنے کا موقع دیا گیا تھا اس میں وہ جلد بازی سے کام لینے لگے ہیں، لہٰذا ہم کیوں نہ اسے ان پر نافذ کر دیں!؟“ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ان پر نافذ کر دیا۔“

جواب اس حدیث کو مجلس واحد کی تین طلاقوں کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے، یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں مجلس واحد کی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا تو اس سے اس کے ایقاع اور اس پر اجماع دونوں کا ثبوت ملتا ہے۔

ہم دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ اگر اس حدیث سے عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فیصلہ ثابت ہوتا ہے تو دوسری طرف حضور اکرم ﷺ اور ساتھ ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تعامل بھی تو ثابت ہوتا ہے۔ تو کس طرح ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تعامل کو عہدِ رسالت اور عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تعامل پر فوقیت دے سکتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مصالح امت کے پیشِ نظر تعزیراً ان کو نافذ کیا تھا۔

الفاروق میں محمد حسین ہیکل رقمطراز ہیں:

” هذا اجتهاد رأي خالف عمر فيه من بعد غير واحد من الفقهاء و خالفه أهل عصرنا الحاضر في طائفة من البلاد الإسلامية ولا

ضير على عمر من ذلك ولا ضير منه على مخالفيه فعمر وغيره
من الصحابة لم يكونوا يفتون برأيهم على سبيل الإلزام ولا
على أنه وحده الحق بل على أنه رأي أن يكن صوابًا فمن الله
و إن يكن خطأ فمن صاحبه فهو يستغفر الله منه ." [117]

''یہ حضرت عمر ؓ کا اجتہاد ہے جس کی مخالفت ان کے بعد متعدد فقہاء نے کی
ہے اور دورِ حاضر میں بھی بلادِ اسلامیہ کا ایک گروہ اس کا مخالف ہے، لیکن اس
سے نہ حضرت عمر ؓ پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ ان سے اختلاف کرنے والوں
پر۔ حضرت عمر ؓ اور دیگر صحابہ ؓ اپنی رائے سے جو فتویٰ دیا کرتے تھے وہ نہ
بطور لزوم کے ہوتا تھا اور نہ اس طور سے ہوتا تھا کہ وہی حق ہے، بلکہ ایک رائے
ہے، اگر درست ہو تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر غلط ہو تو صاحب رائے کی
طرف سے۔ چنانچہ آپ اس سلسلہ میں اللہ سے استغفار کرتے تھے۔''

سیدنا عمر ؓ کا فرمان مبارک ہے:

« اَلسُّنَّةُ مَا سَنَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، لَا تَجْعَلُوْا خَطَأَ الرَّأْيِ سُنَّةً لِلْأُمَّةِ » [118]

''سنت وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سنت قرار دیا ہے، رائے کی
غلطی کو امت کے لیے سنت نہ بناؤ۔''

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں تحریر ہے:

" ولكن الواقع أنه لم يوجد إجماع، فقد خالفهم كثير من
المسلمين ، و مما لا شك فيه أن ابن عباس من المجتهدين
الذين عليهم المعول في الدين، فتقليده جائز كما ذكرنا، ولا
يجب تقليد عمر فيما رآه، لأنه مجتهد و موافقة الأكثرين له
تحتم تقليده، على أنه يجوز أن يكون قد فعل ذلك لتحذير

الناس من ايقاع الطلاق على وجه مغاير للسنة فإن السنة أن
تطلق المرأة في أوقات مختلفة على الوجه الذي تقدم بيانه، فمن
تجرأ علٰى تطليقها دفعةً واحدةً فقد خالف السنة وجزاء هذا أن
يعامل بقوله زجرًا له. وبالجملة فإن الذين قالوا إن الطلاق
الثلاث بلفظ واحد يقع به واحدة لا ثلاث لهم وجه سديد وهو
أن ذلك الواقع في عهد الرسول و عهد خليفته الأعظم أبي بكر
و سنتين من خلافة عمر رضي الله عنه و اجتهاد عمر بعد ذلك
خالفه فيه غيره، فيصح تقليد المخالف كما يصح تقليد عمر،
والله تعالٰى لم يكلفنا البحث عن اليقين في الأعمال الفرعية
لأنه يكاد يكون مستحيلًا ." [119]

''لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس پر اجماع ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ بہت سے مسلمانوں
نے ان کی مخالفت کی ہے۔ ابن عباس ؓ بلاشبہ مجتہدین میں سے تھے جن کے
اوپر دین کے سلسلے میں پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے، لہٰذا آپ کی تقلید کرنا جائز ہے۔
جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور حضرت عمر ؓ کی ان کی رائے کے معاملے میں
تقلید کرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ آپ بھی مجتہد ہی تھے۔ رہا اکثریت کا آپ سے
اتفاق کرنا تو اس سے آپ کی تقلید لازم نہیں آتی۔ آپ نے لوگوں کی تعزیر کی
غرض سے اسے نافذ کیا تھا۔ جبکہ لوگ خلاف سنت طریقے پر طلاق دے رہے
تھے۔ کیونکہ سنت یہی ہے کہ عورت کو مختلف اوقات میں طلاق دی جائے۔ جس کا
طریقہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تو جو شخص یک بارگی طلاق دینے کی جرأت کرتا ہے
وہ سنت کے خلاف کرتا ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ زجر کا معاملہ کیا
جائے۔ مزید اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مختصر یہ کہ جو لوگ

کہتے ہیں کہ تین طلاقیں بلفظ واحد ایک واقع ہوتی ہیں تین نہیں، ان کا کہنا معقولیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ عہدِ رسالت وخلیفۂ اعظم ابوبکر ؓ کے عہد اور خلافت عمر ؓ کے ابتدائی دو برسوں تک ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمر ؓ نے جو اجتہاد کیا اس کی دوسروں نے مخالفت کی۔ لہٰذا مخالفت کرنے والوں کی تقلید بھی اسی طرح درست ہے جس طرح حضرت عمر ؓ کی تقلید درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فروعی اعمال میں کرید کر یقینی صورت معلوم کرنے کا ہمیں مکلف نہیں بنایا ہے، کیونکہ ایسا کرنا عملاً ممکن نہیں ہے۔"

امام ابن تیمیہ ؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" إذا طلقها ثلاثًا بكلمة أو كلمات في طهر واحد فهو محرم عند جمهور العلماء وتنازعوا فيما يقع بها، فقيل يقع بها الثلاث و قيل لا يقع لها إلا طلقة واحدة، وهذا هو الأظهر الذي يدل عليه الكتاب و السنة." (۱۲۰)

"اگر کوئی شخص ایک طہر میں ایک کلمہ میں یا تین کلموں میں تین طلاقیں دے تو جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے، لیکن ان کے واقع ہونے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تین واقع ہوں گی اور ایک قول یہ ہے کہ ایک واقع ہوگی اور یہی بات زیادہ صحیح ہے جس پر قرآن وسنت دلالت کرتے ہیں۔"

امام ابن تیمیہ ؒ اس مسئلہ کی مزید وضاحت یوں فرماتے ہیں:

" الطلاق المحرم في الحيض و بعد الوطءِ هل يلزم؟ فيه قولان للعلماء والأظهر أنه لايلزم كما لا يلزم النكاح المحرم والبيع المحرم وقد ثبت في الصحيح عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و أبي بكر و صدرًا

من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدةً، و ثبت أيضًا في مسند أحمد أن ركانة بن عبد يزيد طلق امرأته ثلاثًا في مجلس واحد، فقال النبى صلى الله عليه وسلم هي واحدة ولم يثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم خلاف هذه السنة بل ما يخالفها إما أنه ضعيف بل مرجوح و إما أنه صحيح لا يدل على خلاف ذلك." (۱۲۱)

"طلاق محرم جو مجامعت کے بعد حالت حیض میں دی جائے کیا وہ مؤثر ہوگی؟ اس میں علماء کے دو قول ہیں، زیادہ واضح بات یہ ہے کہ نکاح حرام اور بیع حرام مؤثر نہیں ہے۔ اور صحیح حدیث میں ابن عباس ؓ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اور ابوبکر ؓ کے عہد میں اور خلافت عمر ؓ کے ابتدائی دور میں تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں اور مسند احمد کی حدیث سے ثابت ہے کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو مجلس واحد میں تین طلاقیں دیں لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وہ ایک ہی طلاق ہے۔" نبی کریم ﷺ سے اس سنت کے خلاف کچھ ثابت نہیں ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ مروی ہے وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔"

امام رازی ؒ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الأول و هو اختيار كثير من علماء الدين أنه لو طلقها اثنين أو ثلاثًا لايقع إلا الواحدة، وهذا القول هو الأقيس لأن النهي يدل على اشتمال المنهي عنه على مفسدة راجحة والقول بالوقوع سعي في إدخال تلك المفسدة في الوجود وأنه غير جائز فوجب أن يحكم بعدم الوقوع ." (۱۲۲)

"یہ قول بہت سے علمائے دین کا ہے، اگر مرد نے دو یا تین طلاقیں دی ہوں تو

ایک واقع ہوگی اور یہی بات زیادہ قرین قیاس ہے، کیونکہ کسی چیز کی ممانعت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ ممنوعہ چیز بڑے فساد پر مشتمل ہے، لہٰذا تطلیقاتِ ثلاثہ کے واقع ہونے کا قول اس فساد کو وجود میں لانے کے مترادف ہے جو جائز نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ عدم وقوع کا حکم لگایا جائے۔''

علامہ ابن رشد قرطبی بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں:

" ولكن تبطل بذلك الرخصة الشرعية والرفق المقصود في ذلك أعني في قوله تعالىٰ: ﴿لَعَلَّ اللهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا﴾ " [123]

''یعنی اگر تین طلاقوں کو طلاق مغلظہ مان لیا جائے تو اس سے خدائے پاک کی وہ رحمت وشفقت اور وہ رخصت بھی ختم ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے "لَعَلَّ اللهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا" یعنی اللہ تعالیٰ نے الگ الگ طلاق دینے کی مصلحت یہ بتائی ہے کہ شاید تمھارے دل مل جائیں اور تمھیں اس پر ندامت ہو۔''

لہٰذا پھر سے ملنے کی کوئی شکل باقی رہنی چاہیے۔ اب اگر ایک لمحہ میں ادا کی گئی طلاق کو بھی تین مرتبہ کی طلاق کا درجہ دے دیا جائے تو یہ رخصت باطل ہو جاتی ہے۔

علامہ سید رشید رضا مصری رحمہ اللہ کا موقف

علامہ سید رشید رضا اپنی تفسیر المنار میں لکھتے ہیں:

''بعض فقہاء اور دانشوروں نے حکومت مصر کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ تین طلاقوں کے مسئلہ میں اصل کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے، جس کے دلائل کو سب سے پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے نہایت بسط وتفصیل سے اپنی کتاب "إعلام الموقعين، إغاثة اللهفان" اور "زاد المعاد" میں بیان کیا ہے اور پھر ان دوحضرات کی تائید وموافقت امام شوکانی، سید صدیق حسن رحمہما اللہ اور دوسرے علماء نے کی ہے۔'' [124]

شیخ جمال الدین القاسمی رحمہ اللہ کا فتویٰ

اسی طرح جید عالم دین اور مفسر قرآن شیخ جمال الدین القاسمی رحمہ اللہ نے طلاق ثلاثہ کے بارے میں اپنے تفصیلی بیان میں نہایت وضاحت سے لکھا ہے کہ جو تین طلاقیں دفعۃ ''واحدۃ'' واقع کی جائیں ان سے ایک طلاق رجعی ہی واقع ہوگی۔ [125]

نوٹ

مسلم ممالک میں آن واحد کی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا گیا ہے۔

جامعہ ازہر مصر کے علماء کا فتویٰ

سب سے پہلے علمائے مصر نے 1929ء میں آن واحد کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے ہوئے فیملی قانون میں ترمیم کی۔ (فیملی لاز 1929ء آرٹ 3) بیک وقت ایک مجلس کی متعدد طلاقیں صرف ایک طلاق رجعی ہوگی۔ سوڈان نے 1935ء میں، اردن نے 1951ء میں، شام نے 1953ء میں، مراکش نے 1958ء میں اور عراق نے 1959ء میں اسے نافذ کیا۔ حکومت سعودیہ نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دیا ہے۔ فتویٰ مشائخ علمائے سعودیہ، مفتی اعظم سعودیہ ابن باز رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا ہے۔

مصادر و مراجع

(١) بخاري، كتاب صلاة الخوف، باب صلاة الطالب والمطلوب...... : ٩٤٦۔
(٢) الدر المختار : ٣ / ٢٢٦۔
(٣) البقرة : ٢٢٩۔
(٤) الطلاق : ١۔
(٥) المغنى لابن قدامة : ٣٢٣/١٠۔
(٦) ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب : ٢٠١٨۔
(٧) النساء : ٣٥۔
(٨) مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب تحريش الشيطان...... : ٢٨١٣۔
(٩) النساء : ١٩۔
(١٠) مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء : ١٤٦٨۔
(١١) مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء : ١٤٦٩۔
(١٢) نسائي، كتاب الطلاق، باب الثلاث المجموعة ...... : ٣٤٣٠۔
(١٣) إغاثة اللهفان لابن القيم : ١ / ٢٩٠۔
(١٤) عمدة القاري از علامه عينى حنفى رحمه الله : ١٠ / ٢٣٣۔
(١٥) نيل الأوطار للشوكاني : ٣٥٥/٤۔
(١٦) شرح معاني الآثار للطحاوي : ٣ / ٥٥۔
(١٧) مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية : ٩/٣٣۔
(١٨) التفسير الكبير : ٦ / ٤٤٢۔
(١٩) البقرة : ٢٢٩۔
(٢٠) البقرة : ٢٣٠۔
(٢١) مسند أحمد : ١ / ٢٦٥، ح : ٢٣٨٧۔

(٢٢) مسلم، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث : ١٤٧٢۔
(٢٣) فقه عمر رضى الله عنه از شاه ولى الله محدث دهلوى رحمه الله، ص : ١٧٦، ١٧٧، اداره ثقافت اسلاميه لاهور۔
(٢٤) فقه عمر رضى الله عنه از شاه ولى الله محدث دهلوى رحمه الله، ص : ١٧٨، اداره ثقافت اسلاميه لاهور۔
(٢٥) مسلم، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث : ١٤٧٢/١٦۔
(٢٦) مسلم ، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث : ١٤٧٢/١٧۔
(٢٧) النساء : ٥٩۔
(٢٨) مسند أحمد : ١٢٦/٤، ح : ١٧٢٧٥۔
(٢٩) تفهيمات الٰهيه از شاه ولى الله محدث دهلوى : ٢١١/١، مجلس علمى ڈاهيل دهلى۔
(٣٠) تفهيمات الٰهيه از شاه ولي الله محدث دهلوى رحمه الله : ٢١٢/١۔
(٣١) النساء : ٦٦۔
(٣٢) فقه عمر رضي الله عنه از شاه ولى الله محدث دهلوى، ص: ١٧٩۔
(٣٣) إغاثة اللهفان لابن القيم : ٣٣٦/١۔
(٣٤) تهذيب التهذيب : ٣ / ١٢٦۔
(٣٥) فقه عمر رضي الله عنه از شاه ولى الله محدث دهلوى، ص : ١٩٦، اداره ثقافت إسلاميه لاهور۔
(٣٦) فقه عمر رضي الله عنه از شاه ولى الله دهلوى، ص : ١٩٧۔
(٣٧) فقه عمر رضي الله عنه از شاه ولى الله محدث دهلوى، ص : ١٩٤، ١٩٥۔
(٣٨) النساء : ٥٩۔
(٣٩) الأجوبة الفاضلة از مولانا عبد الحى لكهنوى : ٢٢٥۔
(٤٠) ابن ماجه، كتاب النكاح، باب المحلل والمحلل له : ١٩٣٦۔
(٤١) النساء : ٢٥۔
(٤٢) ابن ماجه، كتاب النكاح، باب المحلل والمحلل له : ١٩٣٦۔
(٤٣) روح المعاني : ١/ ٥٣٦۔
(٤٤) مصنف عبد الرزاق : ٦/ ٢٦٥، ح: ١٠٧٧٧۔
(٤٥) زاد المعاد لابن القيم : ٦٢/٤، مصر۔
(٤٦) إغاثة اللهفان : ١/ ٢٨٩۔

(۴۷) زاد المعاد لابن القيم : ٤/٦٢-
(۴۸) إغاثة اللهفان لابن القيم : ١/٣٠١-
(۴۹) إغاثه اللهفان لابن القيم : ١/٣٠١-
(۵۰) زاد المعاد لابن القيم : ٤/ ٥٩-
(۵۱) إغاثة اللهفان لابن القيم : ١/٢٠١-
(۵۲) زاد المعاد لابن القيم : ٤ / ٦٢-
(۵۳) إغاثة اللهفان لابن القيم : ١/٢٨٥-
(۵۴) إعلام الموقعين لابن القيم : ٨٠٣-
(۵۵) عمدة القاري از علامه عينى حنفى رحمه الله : ١٠/٢٣٣-
(۵۶) كفايت المفتي از مفتى كفايت الله دهلوى رحمه الله : ٦/٣٦١، ٣٦٢، مكتبه امداديه ملتان-
(۵۷) مجموعه مقالات علميه درباره ايك مجلس كى تين طلاقين از پير كرم شاه ازهرى، ص : ٢٤٢، ٢٤٣، نعمانى كتب خانه لاهور-
(۵۸) مجموعه مقالات علميه درباره ايك مجلس كى تين طلاقين از پير كرم شاه ازهرى، ص : ٢٤٣، نعمانى كتب خانه لاهور-
(۵۹) ايك مجلس كى تين طلاقين، مكتوب بنام محمد طفيل، مطبوعه دارالسلام، ص : ١٨١، ١٨٢، لاهور-
(۶۰) فتاوىٰ شيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز، مفتى اعظم سعوديه : ١/ ١٧٦، ١٧٧، مكتبه دارالسلام المملكة العربية السعودية-
(۶۱) ابن ماجه، كتاب النكاح، باب المحلل والمحلل له : ١٩٣٦-
(۶۲) مصنف ابن أبي شيبة : ٧/٢٩٢، ح : ٣٦١٩١-
(۶۳) مصنف عبد الرزاق : ٦/ ٢٦٥، ح : ١٠٧٧٧-
(۶۴) السنن الكبرىٰ للبيهقي : ٧/٥٥٢، ح : ١٤٩٨١-
(۶۵) نسائي، كتاب الطلاق، باب إحلال المطلقة ...... : ٣٤١٦-
(۶۶) موطأ إمام مالك : ٢/٥٤٣-
(۶۷) البقرة : ٢٣٠-
(۶۸) موطأ إمام مالك : ٢/٥٨٨-
(۶۹) مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية : ٣٣/٧٣-
(۷۰) المحلى بالآثار لابن حزم : ٩/٤٠٥-

(۷۱) التفسير الكبير : ٦/ ٤٤٢-
(۷۲) التفسير المظهري : ١/٣٠٠-
(۷۳) حجة الله البالغة : ٢/ ٢١٦-
(۷۴) هدايه اولين بحواله مجموعه مقالات علميه، ص : ٢٤، نعمانى كتب خانه لاهور-
(۷۵) أبوداوٗد، كتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث : ٢١٩٧-
(۷۶) عون المعبود : ٦/ ١٩٥-
(۷۷) مسند أحمد : ١/ ٢٦٥، ح : ٢٣٨٧-
(۷۸) عمدة الرعاية از مولانا عبد الحى لكهنوى : ٢/٧١-
(۷۹) نيل الأوطار : ٦/ ٢٤٥، بحواله مجموعه مقالات علميه ، ص : ١٥٩، نعمانى كتب خانه لاهور-
(۸۰) التفسير الكبير : ٦/٤٤٢-
(۸۱) روح المعاني : ١/ ٥٣٢-
(۸۲) طحاوى، درمختار-
(۸۳) إغاثة اللهفان : ١/٣١٧، ٣١٩-
(۸۴) بداية المجتهد از علامه ابن رشد قرطبى : ٢/٦٢، مصر-
(۸۵) نشرالحرف في بناء بعض الأحكام على العرف از علامه شامي، ص : ١٨-
(۸۶) مجموعه مقالات علميه، ص : ٢٨، نعمانى كتب خانه لاهور-
(۸۷) تفهيمات از شاه ولي الله : ١/ ٢١٤-
(۸۸) حجة الله البالغة : ١/٢٦٤-
(۸۹) تفهيمات : ١/١٥١-
(۹۰) وحدت امت از مفتى مولانا محمد شفيع رحمه الله-
(۹۱) بخاري، كتاب الطلاق ، باب من أجاز طلاق الثلاث : ٥٢٥٩-
(۹۲) فيض الباري : ٥/٥٧٧-
(۹۳) مجموعه مقالات علميه، ص : ١٤٧، نعمانى كتب خانه لاهور-
(۹۴) مبسوط أز سرخسي : ٦/٦-
(۹۵) المغني لابن قدامة : ٧/٣٦٩-
(۹۶) نسائى، كتاب الطلاق، الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ : ٣٤٠١-
(۹۷) تفسير ابن كثير : ١/ ٢٧٧-
(۹۸) سنن الدارقطنى، كتاب الطلاق والخلع : ٣٩٤٥-
(۹۹) مصنف عبد الرزاق : ١١٣٣٩- مجموعه مقالات علميه، ص : ٢٢٧، نعمانى

کتب خانہ لاہور۔
(١٠٠) مجموعہ مقالات علمیہ، ص : ١٤٧، نعمانی کتب خانہ لاہور۔
(١٠١) مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها : ١٤٨٠۔
(١٠٢) مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها : ٤٦/ ١٤٨٠۔
(١٠٣) مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها: ٤٠/ ١٤٨٠۔
(١٠٤) مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها : ٤١/ ١٤٨٠۔
(١٠٥) أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب في البتة : ٢٢٠٨۔
(١٠٦) مجموعہ مقالات علمیہ، ص : ١٥٤، ١٥٥، نعمانی کتب خانہ لاہور۔
(١٠٧) بخاري، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث : ٥٢٦٠۔
(١٠٨) بخاري، کتاب الأدب، باب التبسم والضحك : ٦٠٨٤۔
(١٠٩) صحیح مسلم شرح نووي : ٤٦٣/١۔
(١١٠) إغاثة اللهفان : ٣١٦/١۔
(١١١) السنن الکبرٰی للبیهقي : ٥٤٩/٧۔
(١١٢) میزان الاعتدال للذهبي۔
(١١٣) السنن الکبرٰی للبیهقي : ٥٤٠/٧، ح : ١٤٩٣٩۔ سنن الدارقطني : ٥٦/٥۔
(١١٤) تفسیر قرطبي : ١٢٩/٤۔
(١١٥) بخاري، کتاب الطلاق، باب و قول الله تعالٰی : ﴿ يأيها النبي ...... ﴾ : ٥٢٥١۔ مسلم ١٤٧١۔
(١١٦) مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث : ١٤٧٢۔
(١١٧) الفاروق : ٢٨٦/٢۔
(١١٨) جامع بیان العلم و فضله : ١٠٤٧/٢۔
(١١٩) کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة : ٣٤٣/٤، ٣٤٤۔
(١٢٠) مجموع الفتاوٰی لابن تیمیة : ٣٣/ ٧١۔
(١٢١) مجموع الفتاوٰی لابن تیمیة : ٧١/٣٣۔
(١٢٢) التفسیر الکبیر : ٤٤٢/٦۔
(١٢٣) بدایة المجتهد : ٨٤/٣۔
(١٢٤) تفسیر المنار از علامہ رشید رضا : ٦٨٣/٩۔
(١٢٥) حیاتِ شیخ الإسلام ابن تیمیة، ص : ٥٧۔

طلاقِ ثلاثہ کی شرعی حیثیت

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((طَلَّقَ رُكَانَةُ بْنُ عَبْدِ يَزِيْدَ أَخُو بَنِي الْمُطَّلِبِ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ، فَحَزِنَ عَلَيْهَا حُزْنًا شَدِيْدًا، قَالَ فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا؟ قَالَ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا، قَالَ فَقَالَ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَإِنَّمَا تِلْكَ وَاحِدَةٌ فَأَرْجِعْهَا إِنْ شِئْتَ، قَالَ فَرَجَعَهَا)) [مسند أحمد : ١/ ٢٦٥، ح : ٢٣٨٧]

''بنی مطلب کے ایک شخص رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں، پھر اسے اس پر سخت پریشانی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''تو نے کیسے طلاق دی ہے؟'' کہا: ''میں نے اسے تین طلاقیں دی ہیں۔'' فرمایا: ''کیا ایک ہی مجلس میں؟'' کہا: ''جی ہاں!'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو ایک ہی طلاق ہوئی، اگر چاہے تو اس سے رجوع کر لے۔'' تو رکانہ نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔''

Head Office:
+92-42-37140332
+92-322-4006412
dar_ul_andlus@yahoo.com

 /darulandlus1 /Dar_ul_Andlus +92-322-4006412